

سہ ماہی

جہان طب

شمارہ ۲-۵

جلد ۱۲-

اکتوبر — دسمبر ۲۰۱۰ء

مدیر اعلیٰ

پروفیسر حکیم سید شاکر جمیل
ڈائریکٹر جنرل، سنٹرل کونسل فار ریسرچ ان یونانی میڈیسن، نئی دہلی

مجلس مشاورت

پروفیسر حکیم محمد طیب
حکیم سید خلیفۃ اللہ
پروفیسر حکیم سید ظل الرحمن
پروفیسر وی، ایچ طالب
حکیم خورشید احمد شفقت اعظمی

حکیم سیف الدین احمد
حکیم مظہر سبحان عثمانی
پروفیسر انیس احمد انصاری
پروفیسر اختر الواسع
حکیم سید غلام مہدی

مجلس ادارت

حکیم خالد محمود صدیقی، حکیم سید محمد حسان نگرانی
حکیم ضیاء الدین احمد ندوی، ڈاکٹر شمشاد احمد، مہر عالم خاں

معاون مدیر

حکیم وسیم احمد اعظمی

ناشر و طابع

ایڈمنسٹریٹو آفیسر
سنٹرل کونسل فار ریسرچ ان یونانی میڈیسن
۶۱-۶۵، انسٹی ٹیوشنل ایریا، جنک پوری
نئی دہلی-۱۱۰۰۵۸

مطبع

انڈیا آفسیٹ پریس
۱-۱، مایا پوری انڈسٹریل ایریا، فیز-۱، نئی دہلی-۱۱۰۰۶۴

خط و کتابت و ترسیل زر کا پتہ

سنٹرل کونسل فار ریسرچ ان یونانی میڈیسن
۶۱-۶۵، انسٹی ٹیوشنل ایریا، جنک پوری
نئی دہلی-۱۱۰۰۵۸

قیمت فی شمارہ: ۵۰ روپے
سالانہ زر تعاون: ۲۰۰ روپے

کمپوزنگ

مونس کمپیوٹر سنٹر، جوگابائی ایکسٹینشن
جامعہ نگر، نئی دہلی-۱۱۰۰۲۵

صدر دفتر

سنٹرل کونسل فار ریسرچ ان یونانی میڈیسن
۶۱-۶۵، انسٹی ٹیوشنل ایریا، جنک پوری
نئی دہلی-۱۱۰۰۵۸

فون: +91-11- 28521981
+91-11- 28525982-3
+91-11- 28520846,28522524
+91-11- 28525831,52,62,83,97
+91-11- 28520501
+91-11- 28522965
ای میل: unanimedicine@gmail.com
ویب سائٹ: http://www.ccrum.net

ترتیب



- ۵ ادارہ _____ مدیر اعلیٰ
- ۷ شو نیر کی طبی افادیت: احادیث نبویؐ کے خصوصی حوالے سے _____ طبیہ عارفہ خاتون، حکیم مقبول احمد خاں
- ۱۰ اخلاط— ایک جائزہ _____ حکیم ملک محمد و امق امین، حکیم محمد صادق
- ۲۰ علم تشریح کے ارتقائی مراحل— مختلف ادوار کی روشنی میں _____ حکیم اقبال احمد قاسمی، حکیم خالد زماں خاں
حکیم عبید اللہ، حکیم محمد افضل
- ۲۷ ڈاکٹر سلیم الزماں صدیقی اور طبی تحقیق _____ حکیم شارق علی خاں، طبیہ نگفتہ رحمن
- ۳۲ طب کے کلیاتی مباحث: کتاب الحاوی کے تناظر میں _____ حکیم امان اللہ، حکیم احمد سعید، حکیم معراج الحق
- ۳۶ لکھنؤ مطب: تنقیدی اور تجزیاتی مطالعہ _____ حکیم فخر عالم

- ۴۱ تداہیر دوران حمل اور طب یونانی: کتاب تداہیر الحبالی کے حوالہ سے _____ حکیم بلال احمد، حکیم محبوب السلام
- ۴۹ امراض دمویہ میں علاج بالتداہیر کی اہمیت _____ ایک جائزہ _____ حکیم محمد فضیل، طبیبہ سعدیہ نکہت
- ۵۸ اشاریہ سہ ماہی 'جہان طب' نئی دہلی [اپریل ۲۰۰۹ء - جون ۲۰۱۰ء] _____ حکیم وسیم احمد اعظمی

اداریہ

طب یونانی، انسانی تہذیب کے قدیم ترین نظامہائے علاج میں سے ایک ہے۔ صحت مند انسان، صحت مند معاشرہ، صحت مند قوم اور ملک کی تعمیر میں اس کی خدمات مثالی ہیں۔ اس نظامہائے علاج کا سب سے بڑا امتیاز و اختصاص یہ ہے کہ یہ معالجہ کے ہر مرحلہ میں انسان کی طبیعت اور مزاج کو مد نظر رکھتا ہے اور انسانی جسم کو وحدت کے تناظر میں دیکھتا ہے، اسی وجہ سے انسان کی عظمت، برتری اور اس کا تقدس لازمی طور پر اس کے مطمح نظر ہوتا ہے۔ نتیجہ کے طور پر اس کے یہاں طبی اخلاقیات کا بہت واضح تصور ملتا ہے۔ اس نظام علاج میں حلت اور حرمت پر بھی بطور خاص توجہ دی گئی ہے۔ جو چیز حلال ہے، اس میں یقیناً خیر ہے، اچھائی ہے اور جو چیز حرام ہے، اس میں یقیناً شر ہے، خرابی ہے۔ ممکن ہے آج ہماری منتشر فکر اور کم بین نظر اس نکتہ کو نہ سمجھ پارہی ہو، یا ہماری مسابقتی تنگ و دو اور مادی مصلحت کوشیوں نے تمام تر اہم کا شعور کے ساتھ اس بارے میں نہ سوچا ہو۔

قاعدہ کلیہ ہے کہ فطرت کے منافی کسی بھی شی کی زندگی میں استحکام اور ثبات بہت عرصہ تک قائم نہیں رہ سکتا۔ اس کی بقاء اور حیات میں فطرت کو بڑا دخل ہے۔ یونانی نظام علاج، طبیعت، مزاج اور ماحول کے مثلث کو مد نظر رکھتا ہے، اسی لیے اس کی افادیت، دیگر معاصر علاجی طریقوں سے زیادہ اور معالجہ بہت حد تک مضرتوں سے خالی ہے۔

طب یونانی میں معالجہ کے چند بنیادی اصول ہیں۔ پہلے غذائی تصرف کے ذریعے علاج کیا جاتا ہے، اس کے بعد دوا کے ذریعے، پھر تدبیر کے ذریعے اور سب سے آخر میں عمل کے ذریعے مرض کا مداوا کیا جاتا ہے۔ دوران مرض غذا کیا ہو؟ اور پرہیز کس قدر ہو؟ اس پر بھی خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔ بیمار انسان کی غذا میں معمولی تصرف کر کے صحت کی تلاش مریض کی مزاجی کیفیت کے قریب تر کوشش ہے اور اس میں مریض کی اقتصادیات اور معاشیات پر بھی منفی اثر نہیں پڑتا۔ غذا کے ذریعے علاج بھی بڑی حد تک مضرت سے خالی اور طبیعت کے مطابق ہے۔ دوا کے ذریعے اسباب مرض کا ازالہ شفاء کی تلاش کی تیسری بڑی صورت ہے۔ اس میں شفاء کے ساتھ مضرت کے بھی امکانات ہوتے ہیں اور مریض کی معاشیات اور اقتصادیات پر بھی اس کا اثر پڑتا ہے۔ اس سلسلہ میں دیکھا جائے تو ہمارے معالجاتی لوازمے میں سب سے بڑی تعداد نباتی ادویہ کی ہے، اس کے بعد حیوانی اور سب سے کم معدنی کی — اور یہ بھی انسان کے مزاجی تقاضوں اور ضرورتوں سے میل کھاتی ہے۔ علاج بالتدبیر شفاء کی تلاش کی چوتھی بڑی راہ ہے اور اس کا دائرہ کار بہت وسیع ہے۔ اس میں تنوع بھی بہت ہے اور آج کی مسابقتی زندگی میں اس کی معنویت بھی غیر معمولی ہے۔ عمل بالید شفاء کی تلاش کی پانچویں راہ ہے، طب یونانی میں اس کو سب سے آخر میں بروئے کار لایا جاتا ہے۔ اس قطع و برید سے شفا یابی کے امکانات میں بعض صورتوں میں اضافہ ہوتا ہے، لیکن اس میں مضرت بھی لازمی طور پر مضمر ہوتی ہے۔ مریض کی معاشی اور

اقتصادی حالت بھی متاثر ہوتی ہے اور کسی حد تک احترام جسمِ انسانی پر بھی حرف آتا ہے، لیکن شفاء کے لیے اس پر عمل بھی ضروری ہے۔ طب یونانی نے اسبابِ ستہ ضروریہ کے نظریہ کی اہمیت کا احساس دلا کر اپنے معاصر علاجی طریقوں پر یقیناً برتری حاصل کی ہے، ان چھ حوائجِ ضروریہ پر عمل پیرا ہو کر نہ صرف صحت قائم رکھی جاسکتی ہے، بلکہ مرض سے نجات کے امکانات میں بھی یقینی طور پر اضافہ کیا جاسکتا ہے۔ اگر ان اسبابِ ستہ ضروریہ پر غور کیا جائے تو یہ نکتہ ابھر کر سامنے آتا ہے کہ اطباءِ قدیم نے آب و ہوا، ماکول و مشروب، نوم و یقظہ، حرکت و سکونِ بدنی و نفسانی اور احتباس و استفراغ میں اعتدال کو صحت کے مرادف بتایا ہے اور اس میں عدم اعتدال کو مرض کا عنوان۔ ان اسبابِ ستہ ضروریہ کی بے اعتدالی میں بیماریاں پناہ پاتی ہیں اور ان میں اعتدال صحت کی ضمانت ہے۔ کسی بھی نظامِ علاج کا سارا لٹریچر اور اس کی تحقیق کی ساری تگ و دو اسی کی علمی و عملی شرح و تفسیر ہے۔ مادی سوچ کی انسانی زندگی، انہی مسائل کے حل میں سرگرداں ہے اور معالجاتی سائنس کی تمام تر تحقیقات اور ترجیحات کا محور اور مرکز یہی اسبابِ ستہ ضروریہ ہیں۔ جن میں اعتدال صحت کی ضمانت ہے اور عدم اعتدال مرض کا تیقن۔

سہ ماہی جہان طب، نئی دہلی کی اشاعت کے بارہ سال ہو گئے ہیں، اس مدت میں اس کے عام شماروں کے ساتھ متعدد خصوصی اشاعتیں بھی عمل میں آئی ہیں، جن کی علمی دنیا میں پذیرائی ہوئی ہے۔ زیرِ نظر شمارہ میں بھی طب کے مختلف موضوعات پر معیاری مضامین شامل ہیں۔ قوی امید ہے کہ ان کو بھی پسند کیا جائے گا۔ ہم آپ کے مشوروں کے منتظر ہیں۔



[پروفیسر حکیم سید شاکر جمیل]
مدیر اعلیٰ

شو نیز کی طبی افادیت: احادیث نبویؐ کے خصوصی حوالے سے

☆ طبیبہ عارفہ خاتون

☆ حکیم مقبول احمد خاں

عرب میں اسلام پھیلنے کے بعد کلونجی کا استعمال بطور دواء بکثرت شروع ہوا، کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے اس کے طبی فوائد کے بارے میں صحابہ کرام کو بتلایا۔ طبیب انسانیت حضور اکرم ﷺ نے اس کی تعریف کرتے ہوئے اسے ستر بیماریوں سے شفاء قرار دیا ہے۔ سیرت نبوی ﷺ کی کتابوں میں روایت ملتی ہے کہ آپ کبھی کبھی شہد کے شربت کے ساتھ کلونجی نوش فرماتے تھے:

”عن خالد بن سعد قال خرجنا مع غالب بن ابحر فمرض في الطريق فقدمنا المدينة و هو مريض فعاده ابن ابي عتيق و قال لنا عليكم بهذه الحبة السوداء فخذوا منها خمسا او سبعا فاسحقوها ثم اقطروها في انفه بقطرات زيت في هذا الجانب و في الجانب فان عائشة حدثتهم انها سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ان هذه الحبة السوداء شفاء من داء الا ان يكون السام و قلت و ما السام قال الموت“.

[صحیح البخاری]

ترجمہ: خالد بن سعد بیان کرتے ہیں کہ غالب بن ابحر کے ہمراہ سفر میں تھا، وہ راستہ میں بیمار ہو گئے، ہماری ملاقات کو ابن ابی عتیق [حضرت عائشہ کے بھتیجے] تشریف لائے، مریض کی حالت دیکھ

ابتدائی دور میں روم میں کلونجی کے پودے موجود تھے۔ رومی اطباء اس کے دانوں سے مختلف بیماریوں کا علاج کرتے تھے، پھر یونانی اور عرب اطباء نے اس سے مختلف بیماریوں کا علاج شروع کیا اور روم سے حاصل شدہ اس اکسیری دوا پر تحقیق کی۔ آہستہ آہستہ اس کے پودے دوسرے ممالک میں بھی کاشت کیے جانے لگے اور اب دنیا بھر میں محققین کلونجی کے فوائد پر ریسرچ کر رہے ہیں۔

کلونجی کو فارسی میں شو نیز، عربی میں حبة السوداء اور آریوید میں کالی جیری کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

کلونجی کے پودے جھاڑیوں کی شکل میں پورے ہندوستان میں پائے جاتے ہیں۔ پنجاب، ہماچل پردیش اور آسام میں تو بڑے پیمانہ پر اس کی کاشت کی جاتی ہے۔ اس کے بیج تگولنے، کالے رنگ کے، پیاز کے بیج کے مشابہ ہوتے ہیں۔ اس کے اندر کا گودا سفید ہوتا ہے۔ کلونجی کی خاصیت یہ ہے کہ یہ گرم اور سرد، دونوں امراض میں فائدہ کرتی ہے، حالانکہ خود اس کا اپنا مزاج گرم ہے۔

امام ذہبی فرماتے ہیں کہ کلونجی کے استعمال سے جسم کے کسی بھی حصے کی رکاوٹ دور ہو جاتی ہے۔

☆ اسٹنٹ ڈائریکٹر [یونانی طب] سنٹرل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ آف یونانی میڈیسن، لکھنؤ

کر فرمایا کہ کلونجی کے پانچ، سات دانے لے کر ان کو پیس لو پھر انہیں زیتون کے تیل میں ملا کر ناک کے دونوں طرف ڈالو، کیونکہ حضرت عائشہؓ نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ ان کالے دانوں میں ہر بیماری سے شفا ہے، مگر سام سے۔ میں نے پوچھا کہ سام کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا موت۔

[بخاری شریف]

حضرت ابی سلمہؓ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں: "علیکم بہذہ الحبة السوداء فان فیہا شفاء من کل داء الا السام و السام الموت".

[صحیح البخاری و مسلم]

تم اس کلونجی کو استعمال کرو، کیونکہ اس میں ہر مرض کے لیے شفا ہے، سوائے 'سام' کے اور سام سے مراد موت ہے۔

[بخاری و مسلم]

دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں:

"انه سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول فی الحبة السوداء شفاء من کل داء الا السام. قال ابن شہاب السام الموت". [مشکوٰۃ المصابیح]

ترجمہ: انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ کلونجی میں سام کے سوا ہر مرض کی شفا ہے۔ ابن شہاب نے بیان کیا کہ سام سے مراد موت ہے۔ [مشکوٰۃ المصابیح]

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں:

"انه سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول فی الحبة السوداء شفاء من کل داء الا السام، السام الموت و الحبة السوداء الشونیز".

[صحیح البخاری و مسلم]

ترجمہ: میں نے رسول اکرم ﷺ کو فرماتے سنا، وہ فرماتے تھے کہ کالے دانے میں ہر بیماری سے موت کے سوا شفا ہے اور کالا دانہ، شونیز ہے۔ [بخاری و مسلم]

ایک روایت ہے:

"عن سالم بن عبد اللہ یحدث عن ابیہ ان الرسول صلی اللہ علیہ وسلم قال علیکم بہذا الحبة السوداء فان فیہا شفاء من کل داء الا السام و السام الموت".

ترجمہ: سالم بن عبد اللہ اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں

کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم اپنے اوپر ان کالے دانوں کو لازم کرو، کہ ان میں موت کے علاوہ ہر بیماری سے شفا ہے۔

یہی روایت مسند احمد میں حضرت عائشہؓ سے ابن الجوزی اور ترمذی میں ابو ہریرہؓ سے مذکور ہے۔

حضرت بریدہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

"الشونیز دواء من کل داء الا السام وهو الموت"

ترجمہ: شونیز موت کے سوا ہر بیماری کا علاج ہے۔

اسی قسم کی ایک طویل روایت عبد اللہ بن بریدہ اپنے والد سے کلونجی

کی تعریف میں بیان کرتے ہیں، جسے مسند احمد نے بیان کیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ روایت فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

"ما من داء الا و فی الحبة السوداء منه شفاء الا السام".

[صحیح مسلم]

ترجمہ: بیماریوں میں موت کے سوا ایسی کوئی بیماری نہیں، جس کے لیے کلونجی میں شفا نہ ہو۔ [مسلم]

حضرت قتادہؓ سے روایت ہے:

روزانہ شونیز [کلونجی] کے ۲۱ دانے لیں۔ انہیں ایک پوٹی میں ڈال بھگوئیں اور روزانہ اس ترتیب سے ناک کے نتھنوں میں اس کے قطرے ڈالیں۔ دائیں نتھنے میں دو قطرے، بائیں میں ایک۔ دوسری بار بائیں نتھنے میں دو قطرے اور دائیں میں ایک۔ تیسری بار دائیں نتھنے میں دو قطرے اور بائیں نتھنے میں ایک۔ [ترمذی]

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

"جب تکلیف ہو تو شونیز [کلونجی] کی ایک پھکی لے لو اور اس پر

پانی اور شہد پی لو"۔ [مجم الاوسط طبرانی]

کیمیاء دانوں نے کلونجی کا تجزیہ کرے کے بعد بتایا کہ اس میں ضروری روغن پائے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ نگلین، البومین، ٹائینن، رال دار مادے، گلوکوز، ساپونین اور نامیاتی مرکب تیزاب بھی پایا جاتا ہے، جو بے شمار امراض پر بطور دوا اثر انداز ہوتا ہے۔ جدید میڈیکل سائنس نے تحقیقات کی روشنی میں اس کی افادیت کو مزید وسعت دی ہے اور متعدد امراض مثلاً ذیابیطس شکری، برص اور دوسری جلدی بیماریوں میں اس سے کامیاب علاج کا دعویٰ کیا ہے۔

اصلی کلونجی کی پہچان یہ ہے کہا کہ اگر اس کے بیج کو سفید کاغذ میں لپیٹ کر رکھا جائے تو کاغذ پر چکنائی کے دھبے لگ جاتے ہیں۔

کلونجی کے ضمن میں یہ احتیاط ضروری ہے کہ یہ زیادہ مقدار میں اور زیادہ دنوں تک نہ کھلائی جائے، کیونکہ اس میں کچھ ایسے مادے پائے جاتے ہیں، جو صحت پر مضر اثرات ڈالتے ہیں۔

اطباء قدیم نے کلونجی کے طبی استعمال پر بھرپور توجہ دی ہے۔ اس کو مختلف امراض میں مختلف طریقوں سے استعمال کرایا ہے۔ شیخ الریس بوعلی سینا نے القانون فی الطب میں لکھا ہے کہ کلونجی جسم کی قوت کو بڑھاتی ہے اور جسمانی کمزوری کو دور کرنے کے ساتھ ساتھ ہاضمہ کی تقریباً ساری خرابیوں کو دور کرتی ہے۔

پیٹ کے امراض اور پھیپھڑوں کی بیماریوں، خاص طور پر دمہ کی حالت میں کلونجی بہت مفید ثابت ہوتی ہے۔ اس کا سفوف نصف سے ایک گرام تک صبح نہار منہ، رات کو سوتے وقت پانی یا شہد کے ساتھ استعمال کرنا مفید ہے۔ تین گرام کلونجی کا سفوف ایک چمچ مکھن کے ساتھ ملا کر کھانے سے ہچکیاں آنی بند ہو جاتی ہے۔ عورتوں میں دودھ کی افزائش کی کمی کی صورت میں کلونجی کے چھ، سات دانے صبح نہار منہ اور رات کو سوتے وقت دودھ کے ساتھ نوش کراتے ہیں۔ قلت طمث میں دو سے تین گرام کلونجی کا سفوف صبح، شام گرم پانی سے استعمال کرانے سے فائدہ ہوتا ہے۔ کلونجی کے استعمال سے لبلبہ بانقراس کے افزائش بڑھ جاتے ہیں، اس طرح ذیابیطس کے مرض پر قابو پانے میں مدد ملتی ہے۔

جالینوس کا قول ہے کہ کلونجی نفع اور ریح کو تحلیل کرتی ہے، اس کے کھانے سے پیٹ کے کیڑے مر جاتے ہیں۔ بعض اطباء نے لکھا ہے کہ کلونجی سوداوی اور بلغمی بخاروں کو دور کرتی ہے، یرقان، زکام، بھوک کی کمی، جوڑوں کا درد، ہچکی، کیڑوں کو مارنے، گھٹن اور کھانسی، گردوں کی پتھری، ریحی تولنج، استنقاء اور طحال میں اس کا استعمال فائدہ بخش ہے۔ روعشہ، لقوہ، فالج اور حافظہ کی کمزوری کی صورت میں اس کے چند دانے روزانہ صبح نہار منہ کھانے سے فائدہ ہوتا ہے۔

کلونجی کا تیل بیرونی طور پر لگایا جاتا ہے۔ یہ بہت سے جلدی امراض کو دور کرنے کا باعث ہے۔ خاص طور پر سر کے گج کو دور کرنے،

نار فارسی [ایگزیمیا] اور برص میں استعمال کیا جاتا ہے۔

حضور اکرم ﷺ کے ارشاد کی طبی توثیق اطباء نے اس طرح کی ہے:

”کلونجی سرد امراض کے لیے بہت نافع ہے۔ فالج اور روعشہ میں اس کا تیل ملنے سے حیرت انگیز نتائج رونما ہوتے ہیں۔ ضعف باہ اور تنگی تنفس کے مریضوں کے لیے یہ بہترین دوا ہے۔ سرد کھانسی، سینہ کے درد اور ریاحی تولنج میں نفع بخش ہے۔ مہاسوں کا بہترین علاج ہے۔ زکام، مثانہ کی پتھری اور یرقان کے لیے شفاء بخش ہے۔ کاسر ریاح، مقوی معدہ، مدربول حیض اور کرم شکم کی قاتل ہے۔“

اختتامیہ:

احادیث نبویؐ، طب قدیم اور کیمیادی تجزیہ کی روشنی میں بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ شونیز کی طبی افادیت ہر دور میں مسلم رہی ہے اور آج بھی اس کا استعمال بہت سے امراض سے نجات دلا سکتا ہے۔ ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ اس کا استعمال محتاط طریقہ پر طبی اصول و قواعد کا لحاظ رکھتے ہوئے کیا جائے۔

مصادر و مراجع

- ادریس، حکیم محمد آموزہ طبی نئے اور جدید سائنس،
مکتبہ الشفاء، کوچہ چیلان، دریا گنج، نئی دہلی
- کبیر الدین، حکیم محمد مخزن المفردات المعروف بہ خواص الادویہ،
اعجاز پبلیشنگ ہاؤس، کوچہ چیلان دریا گنج، نئی دہلی
- عملہ ادارت دلیتھ آف انڈیا، حصہ ہفتم، نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف سائنس،
ڈاکٹر کرشنا مارگ، نئی دہلی
- نگرامی، حکیم محمد حسان تاریخ طب، ترقی اردو بیورو، نئی دہلی
- طارق، حکیم محمد تاج المفردات، ادارہ کتاب الشفاء، کوچہ چیلان،
دریا گنج، نئی دہلی



اخلاط — ایک جائزہ

☆ حکیم ملک محمد و امق امین
☆☆ حکیم محمد صادق

کے لیے نئے طریقے ایجاد ہوئے ہوں گے۔ Tutut Khamun ایسا مصری بادشاہ ہے، جسے خود کو جاودا بنانے کا سب سے زیادہ ارمان تھا۔ لاشوں کو حنوط کرنے والے ماہرین اس امر سے بخوبی واقف تھے، کہ جسم کی سڑن رطوبات بدن کی وجہ سے ہوتی ہے۔ لہذا رطوبات بدن پر Tutut Khamun کے زمانے میں سب سے زیادہ کام ہوا۔ اس کے مقبرے سے حاصل ہونے والا کلارک میڈیکل پائپرس اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ رطوبات بدن کی اہمیت کو انسانی زندگی میں اور زندگی کے بعد بھی محسوس کرتا تھا۔ ان قدیم مخلوطات میں اور بردی نوشتوں میں رطوبات بدن کا تذکرہ ملتا ہے۔

مصر کی مشہور شہزادی قلو پطرحہ اپنے حسن کے دوام اور صحت کے لیے ہمیشہ مشروبات استعمال کیا کرتی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ انسانی جسم میں موجود رطوبات کی کثیر مقدار ہی صحت کا تعین کرتی ہے۔

قدیم یونانی طبی ادب میں رطوبات بدن کا تذکرہ ملتا ہے، بعد ازاں عربی و عجمی قدامت نے لفظ 'خلط' کا اختراع کیا۔

غرض رطوبات بدن کہیں یا خلط، طب یونانی کا بنیادی نظریہ اخلاط پر ہی قائم ہے اور امراض کی تشخیص و علاج کے لیے طبیب اخلاط کو صرف

طب یونانی میں نظریہ اخلاط کو بنیادی مقام حاصل ہے۔ دور حاضر کے مختلف طریقہ ہائے علاج اپنے نظریات اور طریقہ علاج کی وجہ سے اپنی علاحدہ انفرادیت رکھتے ہیں۔ نظریہ طبیعت، نظریہ اخلاط، نظریہ مزاج اور اصول علاج کی بنا پر طب یونانی دیگر طبوں سے ممتاز ہے۔ قابل غور امر یہ ہے کہ یہ چاروں اہم نکات، ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔ طب یونانی کی تاریخ جتنی قدیم ہے، شاید اتنا ہی قدیم اس کا نظریہ اخلاط بھی ہے۔ تاریخ کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ یونانی تہذیب کے مد مقابل دیگر قدیم تہذیبیں، جس میں مصری اور رومن تہذیبیں شامل ہیں، یونانی تہذیب سے بے حد متاثر تھیں۔ مصر کے کھنڈرات اور اہرام مصر کی دیواروں پر لکھی ہوئی عبارتوں کو پڑھنے والے مصری سائنسدانوں کی تخلیقات میں رطوبات بدن کا تذکرہ ملتا ہے۔ قدیم مصریوں کا یہ عقیدہ تھا کہ اگر کسی انسان کے مرنے کے بعد اس کی لاش کو حنوط کیا جائے تو وہ دوسری دنیا میں اسی شکل اور اسی آسائش و زیبائش کے ساتھ وارد ہوتی ہے، جس حالت میں اسے حنوط کیا گیا ہو۔ اسی عقیدے کی وجہ سے مومیائی عمل [Mummification] کا اہتمام کیا جانے لگا۔ اسی اہم عقیدے کی وجہ سے لاشوں کو سڑنے، گلنے سے بچانے

☆ صدر، شعبہ کلیات، اجمل خاں طبیہ کالج، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

☆ جی اسکالر، شعبہ کلیات، اجمل خاں طبیہ کالج، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

نظر نہیں کر سکتا۔

مركب من الاشياء الجامدة و السائلة و الارواح،
الاجزاء المحيطة و المحاطة“ [۲]

ترجمہ: یہ فاضل طبیب [بقراط] رطوبات بدن کو صفراء، سوداء، بلغم
اور خون میں تقسیم کرتا ہے۔ بدن کے اجزاء جامدہ کو اعضاء کہتا
ہے، جو رطوبات بدن [اخلاط] اور ارواح پر حاوی اور محیط
ہوتے ہیں۔ وہ اجزاء سیالہ کو رطوبات اصلیہ بھی کہتا ہے۔

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ بقراط کی نظر میں رطوبات اصلیہ
اور اخلاط دونوں مترادف الفاظ ہیں اور دونوں کے مصداق خون، صفراء،
بلغم اور سوداء ہیں۔ [۳]

اخلاط — جالینوس کی نظر میں:

جالینوس نے رطوبات بدن اور حمی کی بحث میں اس نظریہ کو پیش
کیا ہے۔ اس کی بیان کردہ تعریف کو بعد کے اطباء نے مختلف مباحث میں
بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے۔

جالینوس کے نزدیک اخلاط ان رطوبات کا نام تھا، جو جگر میں معدہ
سے آنے والے غذائی کیلوس سے بنتی ہیں۔ یہ رطوبات عروق میں جا کر
آپس میں ملتی ہیں۔ اسی کا نام اخلاط ہے۔

اخلاط — ابوسہل مسیحی کی نظر میں:

ابوسہل مسیحی نے جالینوس کے اس خیال سے انحراف کرتے ہوئے
لکھا ہے کہ جس طرح عروق دمویہ کی رطوبات اخلاط میں شامل ہیں،
اسی طرح تجاویف اعضاء میں پائی جانے والی رطوبات بھی اس میں
داخل ہیں۔ وہ کتاب المائتہ میں لکھتا ہے:

”ان جملة البدن تشتمل على ثلاثة اصناف من
الاجسام . احدها الاجسام التي لها في انفسها
تمسك وصلابة لا تحتاج الى الانحصار في
الوعية بحيث تمنعها عن السيلان وهذه هي
الاعضاء.

والثاني اجسام رطبة سيالة محصورة في اوعية تمنعها
عن السيلان وهذه هي الاخلاط .

والثالث اجسام رقيقة بخارية محصورة في اوعية
صفيقة تمنعها عن التحلل سريعاً وهذه هي

خلط کے لغوی معنی:

خلط کے لغوی معنی ’آمیزش‘ کے ہیں۔ مشہور عربی لغت ’المعجم‘ میں
اس کے معنی یوں بیان کیا گیا ہے۔
”خلط‘ ہر وہ چیز ہے، جو دوسری چیز کے ساتھ ملی ہو۔ اس کی جمع
اخلاط ہے۔“

خلط کے اصطلاحی معنی:

اخلاط طبی لفظ ہے، جس کا اطلاق جملہ رطوبات بدن پر ہوتا ہے،
چونکہ یہ رطوبات بدن واحد النوع نہیں ہیں، بلکہ مختلف النوع ہیں
اور سب ایک دوسرے میں مخلوط رہتی ہیں اور عروق دمویہ میں مخلوط
حالت میں پائی جاتی ہیں، اس لیے انہیں اصطلاحاً اخلاط [Humours]
کہتے ہیں۔

اخلاط — اطباء قدیم کی نظر میں:

اخلاط بقراط کی نظر میں:

نظریہ اخلاط [Humoural theory] کا بانی ابوالطب بقراط ہے۔
جس نے اس نظریہ کو آج سے تقریباً ڈھائی ہزار سال قبل اپنی کتاب
'طبیعت الانسان' میں بہت ہی سائنٹیفک طور پر پیش کیا ہے۔ بقراط کی
بیان کردہ تعریف کے مطابق انسانی جسم میں [بلحاظ رنگ] چار قسم کی
رطوبات پائی جاتی ہیں، ان کے، بلحاظ کیفیت و کمیت صحیح تناسب و توازن
پر صحت کے قیام انحصار رہتا ہے اور غیر متناسب کیفیت و کمیت موجب مرض
بن جاتی ہے۔

اس فاضل طبیب کا قول ہے:

”ان البدن الانسانی هو مركب من الاشياء الجامدة
والسائلة والارواح والاجزاء المحيطة والمحاطة“ [۱]
ترجمہ: بدن انسانی ایسی چیزوں سے مرکب ہے جو جامد، سیال او
رہوائی ہیں، یعنی ایسے اجزاء سے جو گھرے ہوئے ہیں یا گھیرنے
والے ہیں۔

ڈاکٹر رابرٹ ہوپر بقراط کا مشہور شارح ہے۔ وہ لکھتا ہے:

”قال هذا الفاضل [ابقراط] ان البدن الانسانی هو

الارواح“ [۴]

ترجمہ: انسانی بدن تین طرح کے اجسام پر مشتمل ہے۔ ایک وہ جن کے اجزاء میں تھامسک [پکڑ] اور صلابت ہوتی ہے۔ اس لیے وہ اس امر سے بے نیاز ہیں کہ انھیں برتنوں [عروق و تجاویف] میں بند کیا جائے تاکہ وہ اپنے سے باز رہیں اور یہ اعضاء ہیں۔

دوسرے وہ رطب سیال اجسام، جو ایسے برتنوں میں محصور یعنی گھرے ہوئے ہیں، جو انھیں سیلان سے باز رکھتے ہیں اور یہ اخلاط ہیں۔

تیسرے وہ رقیق بخاری اجسام جو ایسے ٹھوس برتنوں میں محصور ہیں، جو انھیں جلد تحلیل ہونے سے روکتے ہیں اور یہ ارواح ہیں۔

رطوبات بدن کی قسمیں بیان کرتے ہوئے اس نے لکھا ہے:
رطوبات بدن کی تین قسمیں ہیں:

۱- رطوبت اسطقیہ: وہ رطوبت ہے جس سے اعضاء کے اجزاء باہم متصل رہتے ہیں اور یہی وہ رطوبت ہے کہ جب فنا ہو جاتی ہے تو اعضاء بھی فنا ہو جاتے ہیں۔

۲- وہ رطوبت جو عروق میں ہوتی ہے۔

۳- وہ رطوبت جو اعضاء کے درمیان خالی تجاویف میں پائی جاتی ہے اور رطوبت کی ان دو [مؤخر الذکر] قسموں کو اخلاط کہتے ہیں، یہ چار ہیں۔ خون صفراء، بلغم اور سوداء۔ بدن میں ان تمام اخلاط کا حصول بذریعہ غذا ہوتا ہے“ [۵]

اس اقتباس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابوسہل مسیحی رطوبت اسطقیہ کو اخلاط میں شمار نہیں کرتا تھا۔ اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ اسے اجزاء غذائیہ میں شامل نہیں سمجھتا تھا، بلکہ خلقی طور پر اسے خلیات کا جزو سمجھتا تھا، ظاہر ہے کہ اس کا یہ خیال صحیح نہ تھا، لیکن اتنا تو واضح ہے کہ وہ دیگر رطوبات بدن کو اخلاط میں شامل سمجھتا تھا۔ یہ یقیناً ایک بڑی پیش رفت تھی۔

اخلاط— ابوالحسن ربن طبری کی نظر میں:

ابوالحسن ربن طبری نے بھی اپنی کتاب ’فردوس الحکمت‘ میں بخار کی تقسیم میں کائنات بدن کو صرف تین اجناس پر مشتمل بتایا ہے، یعنی ہوائی [روح]، سیال [اخلاط] اور جامد [اعضاء]۔

فاضل مصنف کا قول ہے:

”ولها ثلاثة اجناس:

۱- منها ما يخذ في الروح.

۲- ومنها في الاخلاط البدن.

۳- ومنها في الاعضاء الاصلية. [۶]

ترجمہ: بخار کی تین جنسیں ہیں:

۱- وہ بخار جو روح سے شروع ہوتا ہے۔

۲- وہ بخار جو بدن کے اخلاط سے شروع ہوتا ہے۔

۳- وہ بخار جو اعضاء اصلیہ سے شروع ہوتا ہے“۔

ابوالحسن ربن طبری نے انہی تین اجناس کے اعتبار سے حمیات کی تقسیم کی ہے، یعنی حمی یوم، حمی خلطیہ اور حمی دقیہ۔ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ صاحب فردوس الحکمت کے نزدیک بھی تمام رطوبات بدن اخلاط ہیں اور بدن کی کوئی بھی رطوبت خلط کی تحدید سے خارج نہیں ہے۔ اس فاضل حکیم کے نزدیک رطوبات بدن ایک واحد عنوان ہے، جنہیں وہ خلط کہتے ہیں۔ اسی لیے انھوں نے حمی خلطیہ کا لفظ استعمال کیا ہے، یعنی وہ بخار جو رطوبات سے منسوب ہوتا ہے۔

اخلاط— علی بن عباس مجوسی کی نظر میں:

کامل الصناعة کے مصنف علی بن عباس مجوسی نے صحت سے متعلق اپنے مختلف مباحث میں بالواسطہ اور بلا واسطہ رطوبات بدن [اخلاط] کا ذکر کیا ہے:

”والصحة تكون باعتمادها [الاخلاط الاربعة]

في الكيفية والكمية ومقاومة بعضها البعض

اعنى ان يكون مزاج كل واحد منها على ماقد

طبع عليه وكذلك مقدار في الكثرة والقللة

حتى لا يغلب احدهما على الاخر ولويزيد بعضها

على سائرها فانه متى كان ذلك احدث مرضا

كالذي قال بقراط في كتابه في ’ طبيعة الانسان ‘

هذا القول ان بدن الانسان فيه الدم وفيه الصفراء

والبلغم والسوداء وهذه الاربعة هي طبيعة بدن

الانسان ومنها تكون صحته ومرضه فان بدن

الانسان يكون في غاية الصحة واعتدالها في

کیفیاتھا و کمیاتھا“۔ [۵]

ترجمہ: صحت ان کے [اخلاط اربعہ] کی کیفیت و کمیت میں اعتدال اور ان کے باہمی توازن کا نام ہے، یعنی اخلاط اربعہ میں سے ہر ایک کا مزاج اپنی طبعی حالت پر ہے اور اسی طرح قلت و کثرت کے لحاظ سے بھی طبعی تناسب میں ہے تاکہ کسی ایک خلط کا غلبہ دیگر اخلاط پر نہ ہو جائے، کیونکہ اگر ایسا ہوگا [غیر طبعی طور پر کسی ایک خلط کا غلبہ] تو وہ لازمی طور پر موجب مرض ہوگا۔ جیسا کہ بقراط نے اپنی کتاب ’طبیعت الانسان‘ میں یہ بات کہی ہے کہ بدن انسان میں دم، صفراء، بلغم اور سوداء، چار رطوبتیں پائی جاتی ہیں اور یہی چاروں رطوبتیں بدن انسان کی طبعی رطوبات ہیں اور یہی موجب صحت و مرض ہیں۔ ان کی کیفیات و کمیات میں اعتدال ہی صحت کا ضامن ہے۔

صاحب کامل الصناعتہ کے نزدیک بدن انسان میں یہی چار رطوبات پائی جاتی ہیں۔ اس لیے یہ کہنا درست ہوگا کہ تمام رطوبات بدن یا سیال اجزاء کو یہ فاضل حکیم ایک ہی جزو یا چیز مانتا ہے، جن کو اخلاط کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے

شیخ کا نظریہ اخلاط:

شیخ الرئیس ابن سینا فرماتے ہیں:

”الخلط جسم رطب سیال يستحيل اليه الغذاء
اولاً“۔

ترجمہ: خلط ایک جسم رطب سیال ہے۔ جس کی جانب غذا اولاً مستحیل ہوتی ہے۔

شیخ الرئیس اپنی جدت و اختراع کے لیے جانے جاتے ہیں، لہذا انہوں نے خلط کی تعریف میں بھی ایک نمایاں تبدیلی۔ ابوالطب بقراط سے شیخ الرئیس کے پیش رو، ابوسہل مسیحی تک، تمام اطباء نے جسم کی تمام رطوبات کو سیال یا اخلاط کا نام دیا۔ شیخ الرئیس وہ واحد طبیب ہے جس کی تعریف نے رطوبات بدن کی مزید تقسیم کردی ہے۔ شیخ الرئیس کے نزدیک استعمالہ اولیٰ سے حاصل ہونے والی رطوبات یعنی رطوبات عروق ہی اخلاط ہیں اور خارج از عروق رطوبات، عروق رطوبات کی ثانوی رطوبات [Bio-products] ہونے کے باوجود خلط کی بحث سے

خارج ہیں۔ غرض یہ ایک ایسا تنوع ہے، جس نے بعد کے طبیبوں کے لیے مباحثے کا ایک طویل سلسلہ شروع کر دیا۔ زیر بحث تحقیق بھی اسی استعمالہ اولیٰ کی فید اور پیدائش اخلاط سے متعلق ہے۔ اس بحث کا آغاز کرنے سے پہلے پیدائش اخلاط سے متعلق اطباء کے نظریات کو بیان کرنا ضروری ہے۔

اخلاط کی تقسیم:

خلط کے مفہوم، اس کی تعریف اور تولید اخلاط کی بحث سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ:

”مقتدین نے بدن کی تمام رطوبتوں کو بلا تخصیص و تعین جو سیال صورت میں اندرون بدن کی رگوں، نالیوں، جوفوں، رخنوں، خلاؤں اور فضاؤں کے اندر پائی جاتی ہیں، اخلاط کہا ہے۔

قدما نے اخلاط کی تقسیم متعدد اعتبار سے کی ہے۔

- ۱- اخلاط کی تقسیم ان کے مساکن کے اعتبار سے۔
 - ۲- اخلاط کی تقسیم ان کے رنگوں کے اعتبار سے۔
 - ۳- اخلاط کی تقسیم ان کے محمود اور غیر محمود [غیر فضلیہ و فضلیہ] ہونے کے اعتبار سے۔
 - ۴- اخلاط کی تقسیم رطوبت اولیٰ و ثانیہ ہونے کے اعتبار سے۔
 - ۵- اخلاط کی تقسیم ان کی لطافت و کثافت کے اعتبار سے۔
 - ۶- اخلاط کی تقسیم ان کے طبعی اور غیر طبعی ہونے کے اعتبار سے۔
- ۱- تقسیم باعتبار مقام:

ابوسہل مسیحی نے جملہ رطوبات بدن [اخلاط] کو ان کے مساکن [مقامات] کے اعتبار سے تین قسموں میں تقسیم کیا ہے۔ درج ذیل عربی عبارت ملاحظہ فرمائے، لکھتے ہیں:

” رطوبات البدن ثلاث ، احد اھا الرطوبة

الاسطقسية التي بها اتصال اجزاء الاعضاء بعضها

ببعض وهي التي متى ففيت ، تناثرت الاعضاء“۔ [۴]

ترجمہ: رطوبات بدن [اخلاط] کی تین قسمیں ہیں۔ پہلی رطوبت، رطوبت اسطقیسیہ ہے جس کے ذریعہ اعضاء باہم متصل رہتے ہیں۔ یہ وہی رطوبت ہے جب یہ فنا ہو جاتی ہے تو اعضاء کے اجزاء بکھر جاتے ہیں۔

وضاحت: یہی وہ اخلاط ہیں، جو اعضا مفردہ کی وحدتوں [خلیات] کے اندر پائے جاتے ہیں۔ ان رطوبات کو فاضل مسیحی نے 'رطوبت اسطقیہ' کا نام دیا ہے۔ جس کے معنی رطوبت جو ہریہ یا رطوبات عنصریہ کے ہیں۔ انہی کو رطوبت غریزیہ بھی کہا جاتا ہے۔ طب جدید میں اس رطوبت کا نام Intercellular Fluid or Protoplasm ہے۔ یہی رطوبت خلیات [اعضاء مفردہ کی وحدتوں] کو اندرونی ماحول اور اس کے مزاج کو طبعی حالت پر قائم رکھتی ہے۔

”والثانية الرطوبة التي في العروق“ [۸]

ترجمہ: دوسری رطوبت، رطوبت عروق ہے یعنی سیال رطوبت جو عروق کے اندر پائی جاتی ہے۔

وضاحت: رطوبات عروق سے مراد وہ اخلاط ہیں جو عروق یا اوعیہ [Vessels] میں پائے جاتے ہیں۔ جنہیں ہم خون یا لمف، صفراء اور اخلاط بولیہ وغیرہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ ان اخلاط کو فاضل مسیحی نے رطوبت عروق کے نام سے موسوم کیا ہے۔

”والثالثة الرطوبة التي في التجاويف الخالية بين الاعضاء“ [۹]

ترجمہ: تیسری رطوبت، رطوبت تجاويف ہے یعنی وہ رطوبت جو اعضا کی خالی جوفوں [اور اعضا کے رخنوں اور خلاؤں] کے اندر پائی جاتی ہے۔

ابن سینا نے رطوبات عروق و تجاويف کو اخلاط کا نام دیا ہے۔ لکھتے ہیں:

”وهذا ن الضريان من الرطوبات تسمى

الاخلاط“ [۱۰]

ترجمہ: رطوبت کی یہی دو قسمیں [رطوبات عروق اور رطوبات تجاويف] اخلاط کہلاتی ہیں۔

”والثالثة الرطوبة التي هي منبثية في الاعضاء

الاصلية بمنزلة الطل وهي مستعدة لان تستحيل

غذاء اذا فقد البدن الغذاء ولان تبل الاعضاء

اذا جففتها سبب من حركة عنيفة او غيرها“ [۱۱]

ترجمہ: رطوبت طلیہ وہ دوسری رطوبت ہے، جو شہم [رطل] کی طرح اعضا اصلیہ کی [ساخت و جوہر] کے اندر پھیلی ہوئی ہوتی ہے۔ یہ رطوبت اس مقصد کے لیے آمادہ رہتی ہے کہ جب

بدن میں غذاء کا فقدان یا بدن میں غذاء کم ہو جائے تو یہ غذاء بن جائے اور اس مقصد کے لیے بھی تیار رہتی ہے کہ جب شدت حرکت یا کسی دوسرے سبب سے اعضا میں خشکی غالب ہو جائے تو یہ شہمی رطوبت انہیں ترک کر دیا کرے۔

وضاحت: شیخ الرئیس کے اس قول سے قطعی واضح ہے کہ رطوبت طلیہ اعضا کی قریب ترین اور صالح غذاء ہے جو تغیرات و ہضم کے مراحل کو طے کرنے بعد اس درجہ پہنچتی ہے۔ ابتداءً وہ عروق میں بند ہوتی ہے اور اس کے بعد قطرات شہم کی طرح اعضا کے رخنوں اور خلاؤں میں مترشح ہوتی ہے۔ جس سے اعضا سیراب ہوا کرتے ہیں، یعنی اعضا میں ترطیب بھی اس رطوبت سے پیدا ہوتی ہے۔ اور اعضا کا تغذیہ بھی ہوتا ہے۔

شیخ الرئیس کے قول کی تصدیق جدید منافع الاعضاء سے بھی ہوتی ہے۔ ڈاکٹر ایشی اپنی تالیف نوٹس ان فزیالوجی میں لکھتا ہے:

”پلازما [خون کا جوہر سیال، ساکس دموی] عروق دمویہ شعریہ سے باہر مترشح ہوتا ہے تاکہ وہ اعضا کی ساختوں

[انسج] کو سامان غذاء مہیا کرے۔“

بہر حال 'فاضل مسیحی' کی یہ تقسیم کتنی سائنٹیفک ہے، اس کا اندازہ اس حقیقت سے لگایا جاسکتا ہے کہ یہ تقسیم بدن میں پائی جانے والی تمام رطوبات [اخلاط] کا احاطہ کرتی ہے اور ان تینوں رطوبات کے علاوہ بدن میں کوئی دیگر رطوبت باقی نہیں بچتی۔

۲- اخلاط کی تقسیم باعتبار رنگ:

بانیان طب قدیم کے اس فیصلہ کے بعد کہ رطوبات بدن کی جماعت بندی ضروری ہے، قدرتا یہ سوال ذہن میں پیدا ہوا کہ اخلاط کی جماعت بندی کس اصول کے تحت کی جائے اور رطوبات بدن کی تقسیم کا ذریعہ کس چیز کو قرار دیا جائے؟۔ اس سوال کا جواب متقدمین کے دماغوں میں یہ پیدا ہوا ہے:

اس تقسیم کا ذریعہ مادہ کی ایک طبعی اور نمایاں خصوصیت ”رنگ“ کو قرار دیا جائے، جس میں بدن کی ہر رطوبت بلا تفریق، بہ امتیاز خاص ملبوس نظر آتی ہے۔

جس سے دیدہ ہوشمندی میں مسئلہ اخلاط کی صرف یہی ایک گتھی نہیں سلجھتی، بلکہ اس سے اخلاط کی جماعت بندی کے اصول پر بھی روشنی پڑ جاتی ہے، فرماتے ہیں:

سوال:

”اگر کھاجائے کہ بلغم کا رنگ دوسری آمیزشوں سے بدل جایا کرتا ہے۔ پھر یہ کیونکر صحیح ہے کہ بلغم کی ساری قسمیں سفید ہی ہیں۔“ [۱۲]

جواب:

”اس کا جواب اس طرح دیا جاتا ہے کہ جب کسی خلط کی آمیزش سے بلغم کا رنگ بدل جاتا ہے تو اسے اسی خلط کے اقسام میں شمار کیا جاتا ہے، جس نے مل کر رنگ کو تبدیل کر دیا ہے، کہ بلغم کی اقسام میں، یہی وجہ ہے کہ صفراء حمیہ اور اور مرہ صفراء کو صفراء کی اقسام میں شمار کیا جاتا ہے۔ اگر چنانچہ دونوں میں صفراء کی بہ نسبت بلغم کی مقدار زیادہ ہوا کرتی ہے، کیونکہ [یہ ایک اصول ہے کہ چیزوں کو کسی طرف منسوب کرنے میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ اس میں نمایاں طور پر کیا غالب ہے] جو چیز نمایاں طور پر اس میں غالب نظر آتی ہے، اسی طرف اسے منسوب کر دیا جاتا ہے۔“ [۱۳]

وضاحت: یہ بھی ایک اصول کلی ہے کہ جب کسی خلط کا رنگ استحالہ و تغیر کے بعد تبدیل ہو جاتا ہے اور وہ خلط کسی دوسری خلط میں رنگ جاتی ہے تو اس وقت اس کا اصل نام بھی بدل جاتا ہے اور اسے اسی ’خلط‘ کا نام مل جاتا ہے، جس خلط کے رنگ میں وہ رنگ گئی ہے۔ مثلاً صفراء کا ذاتی رنگ اگر کسی استحالہ و تغیر کے بعد زردی سے سیاہی میں تبدیل ہو جائے، تو اس وقت اس کا نام صفراء کے بجائے ’سوداء‘ ہو جائے گا اور اس سے جو امراض و عوارض پیدا ہوں گے، وہ سوداء کی طرف منسوب ہو کر امراض سوداویہ و عوارض سوداویہ کہلائیں گے، مثلاً یرقان اسود، علیٰ ہذا القیاس دوسری خلطیں بھی منسوب ہوں گی۔

۳- خلط کی نوعی تقسیم [محمودہ وغیر محمودہ]:

قدماء نے اخلاط کی تقسیم کا جو تیسرا طریقہ اختیار کیا ہے، وہ ان کے محمود اور غیر محمود یا فضلیہ اور غیر فضلیہ ہونے کے اعتبار سے ہے۔

الغرض جب ’رنگ‘ منشاءً تقسیم قرار پایا تو اطباء نے استقراء کی بنیاد پر تمام اخلاط بدن کو بلحاظ رنگ چار بڑے خانوں میں تقسیم کر دیا:

۱- سرخ، ۲- زرد، ۳- نیلا یا سیاہ، ۴- سفید یا بے رنگ

اس طرح بدن کی ساری رطوبتیں چار بڑے گروہوں میں منقسم ہو گئیں:

۱- جملہ رطوبات بدن جن کا رنگ سرخ ہوتا ہے، انہیں خلط احمر، حمراء یا خلط دم کہتے ہیں۔

۲- تمام رطوبات بدن جن کا رنگ زرد ہوتا ہے، انہیں خلط اصفر یا صفراء کا نام دیا جاتا ہے۔

۳- وہ تمام رطوبات بدن جن کا رنگ سیاہ یا نیلا ہوتا ہے، انہیں خلط اسود یا سوداء سے موسوم کرتے ہیں۔

۴- وہ تمام رطوبات بدن جن کا رنگ سفید ہوتا ہے، بلا تخصیص مقام انہیں خلط ابیض، بیضاء یا بلغم کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

وضاحت: چونکہ قدماء فن نے اخلاط بدن کی جماعت بندی میں ان کے ’رنگ‘ کو ذریعہ تقسیم قرار دیا ہے، اس لیے ایسی مشتبہ صورتوں میں جن میں دو یا زیادہ خلطیں باہم مل کر جب کوئی نیا رنگ پیدا کر لیتی ہیں تو تلاش و تحقیق کے بعد جس خلط کا غلبہ کسی طور پر نمایاں ہوتا ہے، اسی خلط کے خانہ میں اسے داخل کر دیا جاتا ہے مثلاً ’خون‘ جو اخلاط کا آمیزہ ہے، مگر چونکہ اس میں سرخ رنگ غالب ہوتا ہے، اس لیے اس پورے آمیزہ کو دم [خون] کہا جاتا ہے۔

اسی طرح بلغم کی ایک بڑی مقدار کے ساتھ اگر تھوڑا سا صفراء مخلوط ہو جائے تو چونکہ بلغم سفید رنگ کی رطوبت ہے، اس لیے کو رنگین کر دینے کے لیے صفراء کی تھوڑی سی مقدار بھی کافی ہوگی اور دونوں کا مجموعہ بجائے سفید ہونے کے زرد ہو جائے گا۔ الغرض صفراء کی آمیزش سے ظاہری طور پر بلغم کا رنگ [سفیدی] باوجود کثرت مقدار کے چھپ جائے گا اور صفراء کا رنگ باوجود قلت مقدار کے نمایاں ہو جائے گا۔ اس لیے اس کو صفراء کے خانہ میں درج کر دیا جائے گا۔

علامہ نفیس کا نظریہ:

اسی عقیدہ کو علامہ نفیس نے سوال و جواب کی شکل میں حل کیا ہے،

اطباء نے جملہ اخلاط بدن کو دو گروہوں میں تقسیم کر دیا ہے۔

چنانچہ شیخ الرئیس ابن سینا فرماتے ہیں:

” فمنا خلط محمود وهو الذی من شانہ ان

یصیر جزءاً من جوهر المغتدی وحده اومع

غیره ومتشابهاً به وحده اومع غیره بالجملة

سادا بدل شیئی مما یتحلل منه“ [۱۴]

ترجمہ: خلط محمود وہ ہے جو اس قابل ہو کہ وہ تنہا یا دوسری خلط

کے ساتھ مل کر غذاء حاصل کرنے والے عضو کے جوہر کا

ایک جزء بن جائے اور اس کے مشابہ ہو جائے۔ خلاصہ یہ

ہے کہ جو چیز اس عضو سے تحلیل ہوگئی ہے، یہ خلط اس کے

قائم مقام ہو جائے۔ [بدل ما تحلل بن جائے]۔

”ومنہ فضل و خلط ردی وهو الذی لیس من

شانہ ذلک ویستحیل فی النادر الی الخلط

المحمود ویكون حقہ قبل ذلک ان یدفع عن

البدن و ینفص“ [۱۵]

ترجمہ: فضلہ یا خلط ردی اس قابل نہیں ہوتی ہے کہ وہ

جزو بدن بن سکے، ہاں شاذ و نادر ایسا ہوتا ہے کہ خلط ردی،

خلط محمود کی شکل میں تبدیل ہو کر [مستحیل ہو کر] وہی کام

کرنے لگتی ہے، جو خلط محمود کیا کرتی ہے۔ ایسا ہونے سے

پہلے [خلط محمود کی شکل میں آنے سے پہلے] ایسی خلط

اس امر کی مستحق ہے کہ بدن سے خارج ہو جائے اور

پھینک دی جائے۔

اخلاط کی درجاتی تقسیم [رطوبت اولیٰ و ثانیہ]:

شیخ الرئیس بوعلی سینا نے اخلاط بدن کو رطوبت اولیٰ اور رطوبت ثانیہ

میں تقسیم کیا ہے۔ چنانچہ وہ خون کو، جس میں جملہ اخلاط بدن شامل ہیں،

رطوبت اولیٰ قرار دیتے ہیں اور وہ رطوبات [اخلاط] جو خون سے نکل

کر اعضاء کے جوہوں، رخنوں اور خلاؤں میں پہنچ چکی ہیں۔ انہیں

’رطوبت ثانیہ‘ کا نام دیتے ہیں اور رطوبت اولیٰ کو تو وہ خلط تسلیم کرتے

ہیں، مگر رطوبت ثانیہ کو اخلاط کی تحدید سے خارج سمجھتے ہیں۔ حالانکہ اگر

بہ نظر غائر استیالات بدن کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ایک طرف تو

تمام اعضاء کے تغذیہ وغیرہ کے لیے جو سامان، خون کی شکل میں جایا

کرتا ہے، وہ سیال صورت میں ہوتا ہے اور عروق کی راہ پہنچا کرتا ہے۔

۱- خلط محمود:

وہ اخلاط جو طبعاً پیدا ہوتے ہیں اور جو بدن میں مختلف طرح کے

افعال طبیعیہ انجام دیتے ہیں۔ انہیں اطباء غیر فصلیہ یا اخلاط محمودہ کے

نام سے موسوم کرتے ہیں مثلاً دم طبعی، صفراء طبعی، بلغم طبعی اور سوداء طبعی۔

۲- خلط غیر طبعی:

وہ اخلاط جو استیالات کے نتیجے میں طبعی یا غیر طبعی طور پر بدن میں

پیدا ہوتے ہیں۔ ان اخلاط سے بدن کی کوئی منفعت وابستہ نہیں ہوتی،

بلکہ ان کا احتیاس بدن کے لیے باعث مضرت ہے۔ اس لیے ضروری

ہوتا ہے کہ بدن سے ان کا اخراج ہو جائے۔ اس لیے انہیں فصلیہ

[فضلات] یا غیر محمود کہا جاتا ہے، مثلاً بول، براز، پسینہ، شحم جلدی وغیرہ۔

ان کے علاوہ دم غیر طبعی، صفراء غیر طبعی، سوداء غیر طبعی اور بلغم بھی غیر محمود

میں شامل ہیں

رازی کا اختلاف:

بعض غیر محمود اخلاط ایسے بھی ہوتے ہیں، جو بدنی استیالات کے نتیجے

میں اخلاط محمودہ میں متغیر ہو جاتے ہیں اور بدن کے کام آتے ہیں، لیکن

قبل استیالات کے اس خلط ردی کا یہی استحقاق ہوگا کہ طبیعت اس کو بدن سے

دفع کر کے مضر اثرات سے محفوظ رکھے۔ اس موقع پر رازی کا یہ خیال ہے

کہ خلط ردی جس کا استیالات خلط محمود کی جانب ہوتا ہے، وہ صرف بلغم ہے،

یعنی جس وقت بدن میں خون کی کمی ہوتی ہے تو بلغم خون کی جانب مستحیل

ہو جاتا ہے۔

رازی کے اس قول کی اطباء نے تردید کی ہے، ان کا کہنا ہے:

رازی کا یہ قول کہ اخلاط ردیہ میں سے صرف بلغم ہی خلط محمودہ کی

جانب منتقل ہوتا ہے، صحیح نہیں ہے۔ بلکہ بلغم طبعی اور محمود کی جانب بھی

بعض اخلاط ردیہ منتقل ہو جاتے ہیں۔ مثلاً شیخ الرئیس نے معالجات قانون

میں ذکر کیا ہے کہ قراٹیس کا مادہ بعض وقت لیبوغس کی جانب مستحیل

ہو جاتا ہے اسی طرح سے حمی صفراوی افراط تیرید کی وجہ سے بلغمیت کی

جانب منتقل ہو جاتا ہے۔

پھر ان عروق کی باریک دیواروں سے مترشح ہو کر کچھ رطوبتیں اعضاء کی خلاؤں اور رخنوں میں جمع ہوتی رہتی ہیں۔ یہ رطوبتیں زیادہ قیمتی، زیادہ کارآمد بلحاظ نفع و ہضم زیادہ ترقی یافتہ، گویا خون کارس [نچوڑ] اور جوہر ہوتی ہیں۔

تو دوسری طرف اعضاء [انسج اور خلیات] سے پیدا ہونے والی ثانوی رطوبات بھی اعضاء سے نکل کر خلط خون میں شامل ہوتی ہیں اور اس کی تشکیل میں حصہ لیتی ہیں۔ اس لیے رطوبات ثانیہ کو خلط کی تحدید سے خارج قرار دینا کسی طرح بھی سائنٹیفک بات نہیں ہوگی۔

شیخ الرئیس کا قول درج ذیل ہے:

” ونفول ان رطوبات البدن منها اولیٰ ومنها ثانیة، والاولیٰ ہی الاخلاط الاربعة التي نذكرها“ [۱۶]

ترجمہ: ہم کہتے ہیں رطوبات بدن کی دو قسمیں ہیں۔

۱- رطوبات والی [پہلی رطوبتیں]

۲- رطوبات ثانیہ [دوسری رطوبتیں]

رطوبات اولیٰ یہی چاروں اخلاط ہیں جن کا ذکر ہم ابھی کریں گے:

” والثانية قسمان اما فضول واما غير فضول والفضل سنذكرها و التي ليست بفضول هي التي استحالت عن حالة الابتداء و نفذت في الاعضاء الا انها لم تصر بعد جزء عضو من الاعضاء المفردة بالفعل التام وهي اصناف اربعة“ [۱۷]

ترجمہ: اور رطوبت ثانیہ کی دو قسمیں ہیں۔

۱- فضول ۲- غیر فضول

چنانچہ فضول کا ذکر ہم عنقریب کریں گے۔

غیر فضول وہ ہیں، جو ابتداء حالت سے بدل کر دوسری حالت میں آچکے ہیں [خلط کے درجہ سے نکل چکے ہیں] اور اعضاء میں نفوذ کر چکے ہیں۔ لیکن وہ اب تک بالفعل اعضاء مفردہ میں سے کسی عضو کا جزء نہیں بنے ہیں، ان رطوبات کی چار قسمیں ہیں۔

۱- رطوبت محصورہ:

رطوبت، جو اعضاء اصلیہ کی ان چھوٹی رگوں کی شاخوں کے اندر رہتی ہے، جو ان اعضاء کو سیراب کرتی رہتی ہے۔

۲- رطوبتِ طلہ:

وہ رطوبت جو شہم کی طرح اعضاء اصلیہ [کی ساخت] کے اندر پھیلی ہوتی ہے، یہ رطوبت اس کام کے لیے ہر وقت تیار رہتی ہے کہ بدن سے غذاء مفقود ہو جائے تو یہ غذا بن جائے اور اس کام کے لیے بھی تیار رہتی ہے کہ جب شدت حرکت وغیرہ سے اعضاء میں خشکی آجائے تو یہ انہیں تر کر دے۔

۳- رطوبتِ قریبہ بہ انعقاد:

وہ رطوبت، جو بستہ ہونے کے قریب ہے۔ [یعنی عضو بننے والی ہے] یہ رطوبت دراصل ایک ایسی غذا ہے، جو بلحاظ مزاج در تشبیہ [بلحاظ رنگت] کے جوہر اعضاء میں تبدیل ہو چکی ہے، صرف بلحاظ قوام پوری تبدیلی نہیں آئی ہے۔

۴- رطوبت منویہ:

وہ رطوبت، جو آغاز پیدائش سے اعضاء اصلیہ کی ساخت کے اندر داخل ہوتی ہے اور جس رطوبت کی وجہ سے اعضاء اصلیہ کے اجزاء کا باہمی اتصال ہے۔ اس رطوبت کا مبدأ نطفہ ہے [منی سے یہ رطوبت حاصل ہوتی ہے] اور نطفہ کا مبدأ اخلاط ہیں۔

اختلاف:

شیخ الرئیس ابن سینا کی مذکورہ بالا تقسیم سے پتہ چلتا ہے کہ جو اخلاط خون سے نکل کر اعضاء اصلیہ میں داخل ہوتے ہیں اور احتراق پا کر توانائی پیدا کرتے ہیں یا بدل مانتخلل مہیا کرتے ہیں اور جزو بدن بنتے ہیں، ان میں خون سے نکلنے سے لے کر اعضاء اصلیہ میں داخل ہونے اور جزو بدن بننے تک مختلف تغیرات پیدا ہوتے ہیں اور وہ متعدد درجات سے گزرتے ہیں۔ چنانچہ انہی مختلف مدارج کا ذکر شیخ الرئیس ابن سینا نے رطوبات ثانیہ کے ضمن میں کیا ہے، مگر انہیں اخلاط کی تحدید سے خارج کر کے ایک بڑی بھول کی ہے، کیوں کہ حمیات کی تقسیم میں انہوں نے خود جملہ رطوبات بدن کو اخلاط میں شمار کیا ہے۔ ابن سینا کی عبارت درج ذیل ہے:

”ولنقل انه لما كان جميع ما في البدن ثلاثة اجناس“

۱- اعضاء حاوية لمافيه من الرطوبات والارواح

قياسها قياس حيطان الحمام

۲- ورطوبات محوية قياسها قياس مياه الحمام

۳- وارواح نفسانية وحيوانية وطبيعية وابخرة

مبثوثة قياسها قياس هواء الحمام [۱۸]

[ترجمہ: ہم کہتے ہیں کہ بدن انسان میں مجموعی طور پر محض

تین قسم کی چیزیں پائی جاتی ہیں:

۱- اعضاء، جو رطوبات اور ارواح کو اپنے گھیرے میں لیے

ہوئے ہوتے ہیں، ان کو بمنزلہ حمام کی دیواروں کے سمجھنا چاہیے۔

۲- رطوبات بدن، اعضاء جو کے اندر گھری ہوتی ہیں، ان

کو حمام کے پانی کی طرح مان لینا چاہیے۔

۳- ارواح نفسانیہ، حیوانیہ طبیعیہ اور بخارات، جو تمام بدن

میں بکھرے ہوتے ہیں، ان کی مثال بدن انسان میں حمام

کی ہوا کے مطابق ہے۔

اور آگے چل کر جب ابن سینا نے حرارت کا ذکر کیا ہے، تو وہ

وہاں رطوبات بدن سے پیدا ہونے والی حرارت کا نام 'حمی خلطیہ'

رکھا ہے۔

عبارت درج ذیل ہے:

” وان تشبثت الحمی تشبثها اولیٰ بالآ خلط ثم

فشت منها فی الاعضاء کما ینفق ان یصب الماء

الحرار فی الحمامات فتحمی جدرانہ بسببہ اومرقہ

حارة فی القدر فیحمی القدر بسببہا بذالک جنس من

الحمیات یسمی حمی الخلط“.

ترجمہ: اور اگر بخار کی حرارت اصالتہً اخلاط کے ساتھ وابستہ

ہوگی، پھر یہ حرارت ثانوی کے طور پر اخلاط سے اعضاء میں پھیلے

گی۔ جس طرح حمام میں اگر گرم پانی ڈالنے کا اتفاق ہو تو گرم

پانی کی گرمی سے حمام کی دیواریں گرم ہو جاتی ہیں یا جس طرح

گرم شوربہ ہانڈی میں ڈال دیا جائے تو اس کی گرمی سے ہانڈی

گرم ہو جاتی ہے، اس جنس کا نام 'حمی خلطیہ' ہے۔

۵- تقسیم اخلاط باعتبار کیفیت [کثافت و لطافت]:

اطباء نے اخلاط کو لطیف اور کثیف، دو گروہوں میں تقسیم کیا

ہے۔

۱- اخلاط لطیفہ:

وہ اجزاء خلط لطیف کہلاتے ہیں، جو روح کے ساتھ محترق ہو کر

بدن میں توانائی پیدا کرتے ہیں۔ جس سے قوائے بدنہ کو کمک حاصل

ہوتی ہے، جس سے متعدد افعال طبیعیہ انجام پاتے ہیں۔

۲- اخلاط کثیفہ:

وہ اجزاء اخلاط کثیف کہلاتے ہیں، جو بدل مانتخلل فراہم کرتے

ہیں اور جزو بدن بنتے ہیں، یعنی اعضاء کی تکوین کرتے ہیں۔ یہ اخلاط

احتراق میں حصہ نہیں لیتے۔ شیخ الرئیس ابن سینا نے روح کی پیدائش

کے سلسلے میں رسالہ 'الادویہ القلبیہ' میں اخلاط لطیفہ و اخلاط کثیفہ کا

ذکر کیا ہے:

”روح کی پیدائش اخلاط کے لطیف اور بخاری حصے سے اسی

طرح ہوتی ہے، جس طرح اخلاط کے کثیف اور ارضی حصے

سے اعضاء کی تخلیق ہوتی ہے۔ پس جوہر اخلاط سے روح کو

وہی نسبت ہے، جو بدن کو اخلاط سے ہے۔ جس طرح اخلاط

اربعہ کے باہم امتزاج سے اعضاء بنتے ہیں اور اس میں ایک

واحد مزاجی صورت پیدا ہوتی ہے، جس سے مزوج ان

احوال کو قبول کرنے کے لیے مستعد رہتا ہے، جو بساط کی

صورت میں ممکن الحصول نہ تھے۔ اسی طرح جوہر اخلاط سے

جب کہ اخلاط اربعہ باہم مخلوط ہوتے ہیں، روح کی تخلیق

ہوتی ہے، ایک مخصوص مزاجی صورت اسے حاصل ہوتی

ہے، جس سے وہ قوی نفسانیہ کو قبول کرنے کے لیے مستعد

ہو جاتی ہیں، جو بساط کی حالت میں ناقابل حصول تھا“۔

۶- اخلاط کی تقسیم ان کے طبعی اور غیر طبعی ہونے کے اعتبار سے:

حکیم سید اشتیاق احمد نے 'کلیات عصری' میں اخلاط کی اس تقسیم کو

بہت ہی وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ [۱۹] اطباء نے اخلاط کی تقسیم

ان کے طبعی اور غیر طبعی ہونے کے اعتبار سے بھی کی ہے۔

۱- طبعی اخلاط:

دم، بلغم، صفراء اور سوداء، چاروں اجناس اخلاط جب اپنی کیفیت

اور کمیت کے اعتبار سے طبعی رہتے ہیں اور ان کے ذریعہ طبعی افعال

انجام پاتے رکھتے ہیں تو یہ 'طبعی' کہلاتے ہیں۔ لیکن جب ان کی کمیت یا کیفیت میں تغیر پیدا ہو جاتا ہے تو یہ غیر طبعی ہو جاتے ہیں، جو صحت کے لیے باعث ضرور بن جاتے ہیں۔

۲- غیر طبعی اخلاط:

جب طبعی اخلاط کی کمیت و کیفیت میں خلل ہو جاتا ہے تو وہ غیر طبعی ہو جاتے ہیں اور مضرت کا سبب بنتے ہیں۔

قدماء نے اخلاط کو غیر طبعی بننے کی درج ذیل صورتیں بیان کی ہیں:

۱- اخلاط میں بذات خود کوئی تغیر پیدا ہو جائے، جس سے ان کی ماہیت [کمیت یا کیفیت] بدل جائے۔ اس کے متعدد اسباب ہو سکتے ہیں۔

۲- کسی خلط میں کوئی دوسری طبعی یا غیر طبعی خلط مل جائے، جس سے اس میں تغیر پیدا ہو جائے۔ اس کی متعدد صورتیں ہو سکتی ہیں۔

حاصل کلام یہ کہ نظریہ اخلاط، یونانی طب کا ماہر الامتياز اور باعث افتخار نظریہ ہے، اطباء متقدمین و متاخرین نے اس کو اپنی تحقیق کا موضوع بناتا ہے، آج بھی اس پر عصری اسلوب میں تحقیق کی ضرورت ہے۔

حوالہ جات

- ۱- بحوالہ کلیات عصری: ج ۱، ص ۸۵
- ۲- ایضاً ج ۱، ص ۸۵
- ۳- کلیات عصری: ج ۱، ص ۸۵
- ۴- ایضاً: ج ۱، ص ۸۵
- ۵- ایضاً: ج ۱، ص ۸۵
- ۶- فردوس الحکمت: ج ۱، ص ۴۶
- ۷- کامل الصناعہ: ج ۱، ص ۴۴
- ۸- القانون فی الطب: ج ۱، ص ۴۸
- ۹- بحوالہ کلیات عصری: ج ۱، ص ۹۰
- ۱۰- ایضاً: ج ۱، ص ۹۰
- ۱۱- ایضاً: ج ۱، ص ۹۰

۱۲- القانون فی الطب: ج ۱، ص ۶۷

۱۳- ایضاً: ج ۱، ص ۶۷

۱۴- کلیات نفیسی، ترجمہ و شرح: ج ۱، ص ۶۷

۱۵- ایضاً: ج ۱، ص ۶۷-۶۸

۱۶- القانون فی الطب: ج ۱، ص ۴۸

۱۷- ایضاً: ج ۱، ص ۴۸

۱۸- ایضاً: ج ۱، ص ۴۸

۱۹- ایضاً: ج ۱، ص ۴۸

۲۰- بحوالہ کلیات عصری، ج ۱، ص ۸۸

۲۱- ملاحظہ کریں، کلیات عصری، ج ۱، ص ۱۰۳-۸۹

کتابیات

- ۱- احمد، حکیم سید اشتیاق، کلیات عصری، ج ۱، نیو پبلک پریس اور اجمل پریس، دہلی ۱۹۸۳ء
- ۲- ابن سینا، شیخ الرئیس ابوعلی الحسین بن عبداللہ، القانون فی الطب: ج ۱، معہد تاریخ الطب والاسحات الطبیہ، دہلی الحدیدہ، الہند، ۱۹۸۲ء
- ۳- ربن الطبری، ابوالحسن علی بن سہل، فردوس الحکمت، ج ۱، ڈائمنڈ، پہلی کیشنز اردو بازار، لاہور، بارسوم
- ۴- علی بن العباس، کامل الصناعہ الطبیہ، ج ۱، المجلس المركزي للبحوث فی الطب الیونانی، وزارة الصحیة والرفاہیة الاسرة، حکومت الہند، دہلی الحدیدہ، ۲۰۰۵ء
- ۵- نفیس، برہان الدین / کبیر الدین، حکیم محمد، ترجمہ و شرح کلیات نفیسی، ج ۱، ادارہ کتاب الشفاء، دریا گنج، نئی دہلی، غیر مورخ



علم تشریح کے ارتقائی مراحل: مختلف ادوار کی روشنی میں

☆ حکیم اقبال احمد قاسمی
 ☆ ☆ حکیم خالد زماں خاں
 ☆ ☆ ☆ حکیم عبید اللہ
 ☆ ☆ ☆ ☆ حکیم محمد افضل

رکھتا تھا۔^[۲]

بنیادی طور پر طب کے تمام تر مضامین کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:
 ۱- کلینیکی مضامین [Clinical Subjects]
 ۲- غیر کلینیکی مضامین [Non Clinical Subjects]
 علمی تشریح غیر کلینیکی مضمون ہونے کے باوصف طب کے دیگر مضامین سے اس کی اہمیت کسی بھی معنی میں کم نہیں ہے، بلکہ اس کی اہمیت و وقعت کا اندازہ درج ذیل باتوں سے لگایا جاسکتا ہے:
 ۱- طب کی تعریف ہی ان الفاظ میں کی جاتی ہے:

”طب وہ علم ہے جس میں بہ لحاظِ صحت و مرض بدن انسان کے حالات معلوم کیے جاتے ہیں، گویا اس کا موضوع اور مقصود بدن انسان ہی ہے۔ اس سے بدن انسان اور تشریح البدن سے اس کے

علم تشریح کا آغاز اور اس کا مرکز اول:

علم طب اور بالخصوص علم تشریح کے حوالہ سے مصر اور بابل کی تہذیبیں سب سے قدیم مانی جاتی ہیں نیز حوالوں سے پتہ چلتا ہے کہ مصر قدیم اور بابل و نینوا میں حیوانی و انسانی تشریح کا آغاز ہوا۔ علم تشریح سے متعلق جس قدیم ترین تشریحی کتاب کا پتہ چلتا ہے وہ میخائیل شارڈیم بک کے مطابق مصر سے ہی تعلق رکھتی ہے اور یہ مصر کے شاہی خاندان کے دوسرے شاہ آٹوٹھیس [Athothis] کی کتاب مانی جاتی ہے۔ اس ماہر تشریح کے والد مصر کے پہلے بادشاہ ہیں، جن کا زمانہ ۵۴۰ سال قبل مسیح کا ہے۔^[۱]

آٹوٹھیس نے باقاعدہ علم تشریح کی تعلیم حاصل کی اور اس موضوع پر ایک رسالہ تصنیف کیا جو قدیم مصری اطباء کے لیے ماخذ کی حیثیت

☆ ریڈر، شعبہ علم الادویہ، اجمل خاں طبیہ کالج، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

☆ ☆ پروفیسر، شعبہ کلیات، اجمل خاں طبیہ کالج، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

☆ ☆ ☆ صدر، شعبہ تشریح و منافع الاعضاء، اجمل خاں طبیہ کالج، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

☆ ☆ ☆ لکچرر، شعبہ علم الادویہ، اجمل خاں طبیہ کالج، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

تعلق کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے، [۳]

۲- ابن رشد نے علم تشریح کی اہمیت اس طرح بیان کی ہے:

”من اشتغل بعلم التشريح از داد ايماناً باللّٰه“.

۳- ملا کا تب چلپی کا یہ مقولہ مشہور ہے:

”من لم يعرف الهيئة و التشريح فهو عين في معرفة اللّٰه“.

۴- جالینوس کی رائے ہے:

”علم تشریح کے بغیر کسی معالج کی حیثیت ایسی ہے، جیسے نقشہ

کے بغیر معمار کی حیثیت“ [۴]

۵- شیخ الرئیس بوعلی حسین بن سینا کی نگاہ میں یہ بات بڑی اہم

ہے کہ امراض باطنہ کا پتہ علامات کے ذریعہ چلانے کے لیے ضروری

ہے کہ پہلے علم تشریح سے واقفیت پیدا کی جائے۔

۶- ابن القف مسیحی نے اپنی کتاب ’العمدۃ فی الجراحت‘ میں لکھا ہے:

”جراح کے لیے ضروری ہے کہ تشریح کی معلومات اور اعضاء کی

وضع اور جوہر کا پورا علم رکھتا ہو، تاکہ کسی غلطی کا ارتکاب نہ

کرے“ [۵]

غرض طب کے جملہ مضامین کی افہام و تفہیم کے لیے علم تشریح سے

واقفیت اور اس کا گہرا مطالعہ از حد ضروری ہے۔

علم تشریح کی ارتقائی منزلوں کے مطالعہ کے لیے بنیادی طور پر اس

کے مختلف مراحل کو ہم درج ذیل درجات میں تقسیم کر سکتے ہیں:

۱- تقابلی دور:

اس دور میں جسموں کی تقطیع و تشریح کر کے عظمی ساختوں کی

تفصیلات و تشریحات حاصل کی گئیں اور ان کا تقابلی مطالعہ شروع ہوا،

اس دور میں کسی بھی ذی حیات کی عظام و عضلات اور اس کی ساختوں کو

دیکھ کر انسانی جسم کی ساختوں اور اعضاء و جوارح سے اس کا تقابل

کر کے تشریحی نقطہ نگاہ سے اس کا مطالعہ کیا گیا، جس کی وجہ سے اصل

انسانی جسم کی تشریحی ساختوں کی دریافت میں بڑا آسانی ہوئی۔

۱- ابتدائی مرحلہ:

تقطیع و تشریح کا ابتدائی دور، جس میں مجرمین کی لاوارث کالاشوں

کے معائنہ سے علم تشریح کا مطالعہ شروع کیا گیا اور ابتدائی و سرسری

معلومات تشریح الاعضاء سے متعلق حاصل ہوئیں۔

اس دور میں جانوروں اور بطور خاص بندروں کی تقطیع و تشریح اور

ان کی عظمی ساختوں کا مطالعہ کیا گیا۔

۳- تعینی دور:

اس دور میں مردہ انسانوں کی لاشوں کی تقطیع و تشریح اور تجزیہ کے

ذریعہ جسم انسانی کی ساختوں کا مطالعہ کیا گیا اور اس سے متعلق تفصیلی

معلومات حاصل ہوئیں اور اعضاء و جوارح اور مختلف جسمانی ساختوں

کی طبعی صورتیں متعین ہوئیں۔

۴- تحقیقی و اضافی دور

چوتھا مرحلہ تحقیق و اضافات کا ہے۔ ایک طرف جہاں بعض پرانی

تحقیقات کی تصدیق و تعین ہوتی ہے، وہیں اضافی مسائل کو بحث و تھیس

کے بعد ایک متعین شکل دی جاتی ہے۔ بعض ایسی تحقیقات بھی ہوتی ہیں

جو متقدمین کو معلوم نہیں تھیں، بلکہ وہ خالصتاً آج کی ایجادات ہیں، مثال

کے طور پر اگر ہم دیوار عروق کا مطالعہ کریں تو اندازہ ہوگا کہ باریک ترین

عروق شعریہ کی دیواروں کی دبازت اتنی کم ہوتی ہے کہ اس دبازت کو

ہم بڑی مشکل سے کسی خوردبین کی مدد سے دیکھ سکتے ہیں، لیکن ان

عروق کی دیواروں میں بھی مزید باریک باریک رگوں کا ایک جال پھیلا

ہوا ہے، جو اس کی دموی پرورش کا ذمہ دار ہے۔ ایسی عروق کو جدید علم

تشریح میں عروق الشعریہ [Vasavasorum] کا نام دیا گیا

ہے۔ وہ باریک اعصاب، جو اعصاب کی عصبی پرورش کرتے ہیں، انہیں

عصب عصبی [Nervi Nervosa] کا نام دیا گیا ہے۔

مصری طب:

چیمپولین کی تحقیقات اور اوراق بردی کی دریافت:

مصری طب کے بارے میں دراصل سب سے زیادہ صحیح معلومات

گزشتہ سے پوسٹہ صدی میں اس وقت حاصل ہوئیں، جب قدیم مصری

اوراق بردی [Old Egyptian papyri] کی گتھیوں کو چیمپولین

[Champollion] نے پڑھ کر سلجھایا۔ یہ اوراق بردی اپنے موجودوں کے

نام سے موسوم ہیں۔ مثلاً:

قدیم آریائی رشی بھی جسم کے مختلف حصوں کی تشریحی معلومات رکھتے تھے اور وہ متعدد جانوروں کی تشریح سے واقف تھے، خصوصاً بکرے اور گھوڑے کے متعلق وہ کافی معلومات رکھتے تھے، جن کی وہ قربانی کیا کرتے تھے اور اس سے تقابلی تشریح [Comparative Anatomy] کی پوری معلومات فراہم ہوتی تھیں۔

ایچ ایم ایلٹ کے مطابق رائل لائبریری لکھنؤ میں علم مویشیان پر ایک پرانی کتاب کا سنسکرت ترجمہ موجود ہے، جو غیاث الدین محمد شاہ خلجی کے حکم سے کیا گیا تھا۔ اس میں حیوانات کی تشریح الابدان اور ان سے متعلق امراض کا بیان و علاج مشرح طور پر درج ہے، جو قدیم ہندوستانی ماہرین تشریح کی تحقیقات پر مبنی ہے۔

شسرت چھٹی صدی قبل مسیح کا طبیب و جراح اور ہندوستان کی شہرہ آفاق یونیورسٹی وارانسی کا نو عمر طبیب و جراح اور فارغ التحصیل ہے۔ شسرت ہی کی کوششوں سے ہندوستانی علم تشریح نے سائینٹفک ارتقاء کے مراحل طے کیے۔ شسرت کے دور میں تشریح کا بہت وسیع مطالعہ کیا گیا اور جسم انسانی سے متعلق وسیع تر حقائق کی دریافت میں بے شمار اضافات ہوئے۔^[۹]

شسرت کو قدیم ترین مقطع و مشرح ہونے کے ساتھ ہندی فیلسوف اور ہندی ذرائع معلومات کے مطابق قدیم ترین ماہر تشریح ہونے کا شرف حاصل ہے۔ حالانکہ ایک اور قدیم چینی طبیب پین چاؤ او [Pein chao, o] کو عمل تشریح کا جد امجد مانا جاتا ہے، مگر جارج سارٹن نے اس کی تردید کی ہے، جب کہ میجر نے اپنی کتاب میں عظیم ہندی طبیب شسرت کو ہی مشرح اول شمار کیا ہے اور علم طب اور عمل تقطیع سے جنون کی حد تک اس کی دلچسپیوں کا ذکر کیا ہے، وہ لکھتا ہے:

”منو کے پرانے مجموعہ قوانین کے مطابق اگرچہ مردہ جسم کا ہر امتحان ممنوع تھا، کوئی بھی شخص جس نے لاشہ کو چھوا ہو، اسے پاکی حاصل کرنے کے واسطے غسل اور مذہبی رسوم کی ادائیگی کرنی ضروری ہوتی تھی، مگر اس سختی کے باوجود وہاں یہ ثبوت ملتا ہے کہ شسرت نے ان احکامات کی نافرمانی کی اور مردہ جسم کا امتحان کیا۔“^[۹]

بہر نوع شسرت کا عہد جو بھی ہو، اس نے جس تفصیل سے

• اوراق برلن [Berlin papyri]

• اوراق عبری [Ebris papyri]

• اوراق اڈون اسمتھ [Edwin Smith papyri]

• اوراق کاہن [Kahin papyri]

• اوراق ہیرس [Heris papyri] وغیرہ

ان میں سے اول الذکر دونوں نوشتے کافی اہم ہیں اور تقریباً ڈھائی ہزار سال قبل مسیح سے تعلق رکھتے ہیں اور اتنی ہی قدیم معلومات ان سے حاصل ہوتی ہیں۔^[۱]

بطور خاص ان اوراق بردی سے علم تشریح و منافع الاعضاء کی زیادہ معلومات فراہم ہوتی ہیں۔ بعض حوالوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مصریوں کو ۵ ہزار سال قبل مسیح سے ہی نظام دوران خون کی معرفت حاصل تھی اور قلب کو عروقی نظام کے مرکز کے طور پر خیال کیا جاتا تھا۔

ہندی تشریح:

ہندوستانی علوم قدیمہ میں فلسفہ اور ریاضیات کے ساتھ طب بھی شامل تھی، جس کے حوالے مقدس ویدوں اور اپنشدوں میں جا بجا ملتے ہیں۔ ہندوستان میں زمانہ قدیم سے ہی تشریح کا مطالعہ اور تحقیق کی گئی، چنانچہ تشریحی روایات کا وجود ویدک زمانہ کی تاریخ میں بھی جا بجا ملتا ہے۔

رگ وید جیسے انتہائی پرانے نوشتوں اور اس کے بھجوں میں بعض اندرونی اعضاء کے نام ملتے ہیں، مثلاً قلب، پھیپھڑے، معدہ، امعاء، گردے اور بعض احشاء کے نام۔

اسی طرح اتھرو وید میں جہاں امراض کے نام اور علامات کا ذکر ہے وہاں انسانی جسم کی بعض تشریحی معلومات کا بھی ذکر ملتا ہے، جس میں ایک بھجن کا عنوان ہے ’انسانی جسم کی حیرت انگیز ساخت‘ جس میں ’ہیکل عظمیٰ کے متعدد حصے‘ جاریہ جگہ نظام کے ساتھ شمار کرائے گئے ہیں۔

اسی طرح یجر وید کے بعض حصوں میں تشریح خاص کا سراغ ملتا ہے۔^[۲]

مختلف ویدوں میں ورید، معدہ، مثانہ، خصیہ، جگر، منہ کے زیریں حصہ، بالائی امعاء مستقیم، حلق اور پھیپھڑے کا ذکر ہے۔ شریان، دماغ، غدہ منی، عصب، عضلہ، غشاء القلب اور حالبین کا ذکر بھی ملتا ہے۔

جسم انسانی کی تقطیع و تشریح کا ذکر کیا ہے، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انسانی جسم کی تشریح کا آغاز اس کے زمانہ سے کچھ عرصہ پہلے ہی ہو چکا تھا، البتہ بعض لوگ شسرت کے عہد کو ہی ہندوستان میں تشریح کا دور آغاز مانتے ہیں۔

عمل تقطیع و تشریح کے لیے ہدایات:

تشریحی اعمال کے سلسلہ میں معروف طبیب شسرت نے ڈسکشن [اعمال تقطیع] کے لیے ہدایات دیتے ہوئے بتایا ہے کہ تشریح کا عمل شروع کرنے سے پہلے آنتوں کو فضلات سے صاف کرنا چاہیے، جسم کو ایک ایسے پنجرے میں رکھنا چاہیے، جو گھاس کے تختے یا سن سے ڈھکا ہوا ہو اور ٹھہرے ہوئے پانی [ماء راکد] کے گڑھے میں سات روز کے لیے سڑنے کے واسطے چھوڑ دینا چاہیے اور تب مشاہدہ نگار کو آہستہ سے سڑی ہوئی جلد [کھال] اتارنا چاہیے اور احتیاط سے خود اپنی آنکھوں سے تمام ظاہری و باطنی اعضاء کو دیکھنا چاہیے۔^[۲]

شسرت نے اپنی کتاب 'شسر تاسمہتا' میں یہ بھی بیان کیا ہے کہ انسانی لاشوں کو تشریحی اعمال کے خیال سے کتنے دنوں تک محفوظ رکھا جانا چاہیے اور ان پر تقطیع و تشریح کس طرح شروع کرنی چاہیے۔^[۹]

یونانی تشریح:

۱۲۰۰ قبل مسیح کے واقعات کی کڑیاں بتاتی ہیں کہ طب کے حقیقی بانی اہل یونان تھے اور اسقل بیوس [Asculpius] یونانی طبی کا پہلا نام ہے، جو ۱۲۰۰ قبل مسیح یعنی جنگ ٹریجن سے پہلے کا طبیب ہے۔

ٹرائے کی اس جنگ میں اسقل بیوس کے دو بیٹے 'ماخون' اور 'بدولیوس' بھی شریک تھے۔ میجر نے ہسٹری آف میڈیسن میں ٹرائے کے محاصرے کا زمانہ ۱۱۸۲ تا ۱۱۹۲ قبل مسیح کے مابین لکھا ہے۔ جالینوس کی تاریخ نویسی اور تصدیق کے مطابق اسقل بیوس کے شاگرد ہی علم تشریح کے اولین عالم و حامل اور محرم اسرار تھے۔

یہ بات قابل غور ہے کہ مشہور یونانی شاعر ہومر [دور حیات نویں صدی قبل مسیح] نے اپنی نظموں کے ذریعہ یونانی طب کے متعلق بہت سی معلومات بہم پہنچائیں۔ اس نے دافع درد، مدل قروح [زخموں کو بھرنے والی]

اور دافع جنون ادویہ کی معلومات کے ساتھ ساتھ تشریح الاعضائی تعلق سے ۱۱۵۰ اس سے زائد الفاظ و اصطلاحات کا ذکر کیا ہے۔ یہ تشریحی معلومات کچھ انسانی قربانیوں کے منظر سے اور زیادہ تر ان مشاہدات سے حاصل کی گئی ہیں، جو زخموں اور جراحاتوں، بالخصوص کسر و خلع کے علاج و معالجہ سے حاصل ہوئی ہیں۔^[۳]

ہومر کی نظموں میں جو روایات اور یادداشتیں محفوظ ہیں، وہ یونانی تاریخ کے لیے ماخذ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ہومر کی طرح آسیوس ساموسی [۷ ویں صدی قبل مسیح] کو رنٹھ کے باشندے یومیوس [۸ ویں صدی قبل مسیح] اور ہپائیڈ [۸ ویں صدی قبل مسیح] کی شاعری نے لسانی روایات کے ساتھ ابتدائی مورخین کے لیے مواد فراہم کیا ہے، کیونکہ چھٹی صدی قبل مسیح سے پیشتر یونانی میں تاریخ نگاری کا کوئی ثبوت نہیں ملتا اور ایک محتاط اندازے کے مطابق آٹھویں صدی قبل مسیح سے پہلے یونان میں تحریر کا رواج بھی نہیں تھا۔

ہیپون:

پانچویں صدی قبل مسیح میں متعدد افراد نے ماہرین تشریح کی حیثیت سے شہرت حاصل کی ہے، جن میں ہیپون [Hippon] پانچویں صدی قبل مسیح کا ایک معتبر نام ہے۔ ارسطو نے اسے بڑے حکماء میں شمار کیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس کو ایک محقق کے طور پر تسلیم کیا جاتا ہے۔ مختلف منافع الاعضائی اور ماہیت مرضی حقائق کی تشریح اسی سے منسوب کی جاتی ہے۔^[۴]

اکلسا غورس:

یہ کلیز و میڈیا کا رہنے والا آئیونانی اسکول کا آخری فلسفی ہے۔ ۴۹۹ قبل مسیح سے ۴۲۸ قبل مسیح کا طبیب ہے۔ طب و تشریح میں اس کی دلچسپیاں مشہور ہیں۔ اس نے جانوروں کی لاشوں کے ڈسکشن کیے۔ دماغ کے قطع و تشریح کی بنیاد ڈالی اور اس کے جانبی بطون [Lateral ventricls] معلوم کیے، دماغ کے بارے میں اس کا خیال تھا کہ یہ پہلا عضو ہے جو جنین میں نشوونما پاتا ہے۔^[۵]

پانچویں صدی قبل مسیح اور چوتھی صدی قبل مسیح کا زمانہ انسانی ذہن و دماغ

اور علمی و تاریخی دور کا نقطہ عروج خیال کیا جاتا ہے، جس دور میں تین اسکول کیندوس، قاس اور سسلی اپنی روایات کے ساتھ منصفہ جہان طب پر جلوہ افروز ہوئے اور ان تینوں مکاتب فکر نے طب کے لیے انمول علمی سرمایہ چھوڑا ہے۔

قاس اسکول:

قاس اسکول کا سب سے اہم نمائندہ بقراط ہے اور اس کی عظمت بے مثال ہے، گوکہ فلسفیوں میں افلاطون [Plato]، سقراط [Socrates]، پروٹیگورس [Protegoras] اور زینوفن [Xenophon]، تاریخ دانوں میں ہیروڈوٹس [Herodotes] جیسے یکتائے روزگار موجود تھے، لیکن بقراط قاس اسکول کا اصل نمائندہ اور اس کی عظمت کا نشان تھا۔ بقراط نے فلسفہ سے ہٹ کر علاحدہ بنیادوں پر طب کی بنیاد ڈالی اور طب کو ایک باقاعدہ سائنسی علم کی شکل عطا کی اور اخلاط کا نظریہ پیش کیا۔ بقراط کے بعد طب تاریخی طور سے دو متوازی طرق پر شروع ہوئی۔ اول بیماریوں اور علامات و نشانیوں کا بغور مطالعہ اور دوسرے جسم انسانی کی ساخت اور فعل کے لحاظ سے صحت و مرض کا مطالعہ اور مشاہدہ۔

بقراط نے علمی حیثیت سے فن تشریح کو کہیں نظر انداز نہیں کیا۔ طب کے مختلف موضوعات کے ساتھ ہی علم تشریح پر بھی اس کی متعدد کتابیں ملتی ہیں۔ عربی ماخذ میں جن کتابوں کا ثبوت ملتا ہے، ان میں کتاب القلب، کتاب فی العدد، کتاب فی العین، کتاب فی المولودین السبعۃ اشہر، کتاب فی المولودین لشمائیہ اشہر، کتاب فی اللحم، کتاب طبائع الحیوان، کتاب ترکیب الانسان، کتاب الاجتہ وغیرہ شامل ہیں۔ [۸، ۲، ۴]

بقراطی تشریحی معلومات جانوروں کی تقطیع مذبح اور قربان گاہوں میں معائنہ اور جراحی حادثات کے مشاہدے سے اخذ کی گئی ہیں۔

علم العظام [Osteology] کا حصہ اگرچہ بہت مختصر ہے، لیکن بقراط اس میں بھی قابل اعتماد تہہ پر نظر آتا ہے۔ عظام طویل، عظیم القصد، عظیم الکثف اور عظیم العانہ کے ساتھ کئی تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔ بقراط ججمہ [Skull] اور اس کی حدود کو مفصلاً بیان کرتا ہے۔ دروزر میں اس طرح مرتب ہیں جیسے حرف 'T' اور ان میں بعض حروف 'H' اور 'X' کی طرح ہیں۔ [۲]

ارسطو:

چوتھی صدی کے نصف اخیر [۳۸۴—۳۲۲ قبل مسیح] کا دور ارسطو سے منسوب ہے۔ یہ طبیب بن طبیب بقراط سے کچھ ہی بعد کا ایک بڑا طبیب ہے۔ تشریح و منافع الاعضاء میں اس کے اضافات قابل قدر ہیں۔ وہ ایک عظیم ماہر تشریح کی حیثیت سے علم العظام کے میدان میں بھی متعارف ہے۔

ارسطو نے اعصاب کی تحقیق کی اور قلب کو عروق دمویہ کا مبدأ قرار دیا۔ دماغ اور اعشیہ دماغ کے متعلق معلومات بہم پہنچائیں۔ افعال المعده پر اس نے اظہار خیال کیا اور عمل مضغ [Mastication] کا کلیہ بیان کیا۔

عمل تقطیع و تشریح کے حوالہ سے ارسطو کی شخصیت بہت سر بلند اور ممتاز ہے۔ اس کے بے شمار تشریحی و منافع الاعضائی کاموں کو تقابلی تشریح و منافع الاعضاء کی بنیاد مانا جاتا ہے۔ جن حیوانات پر اس نے کام کیا ہے، ان کی تعداد ۵۰۰ بتائی جاتی ہے۔ ان میں سے بعض کے خاکے [Diagram] بھی تقطیع [Dissection] کی مدد سے ارسطو نے بنائے ہیں۔

ارسطو ورید اور شریان کے درمیان کوئی فرق نہیں محسوس کر سکتا تھا، اس کا ماننا تھا کہ عروق ماساریقا [Mesentric vessels] اسی طرح سے غذا حاصل کرتی ہیں، جس طرح پودے اپنی جڑوں کے ذریعہ زمین سے غذا حاصل کرتے ہیں۔

گوکہ ارسطو اور طی اور اجوف [Aorta and venacava] اور ان کی شاخوں سے واقف تھا، لیکن شریان اور ورید میں فرق نہ کر سکا تھا۔

علامہ علی حسین گیلانی کی رائے ہے کہ ارسطو نے انسانی لاشوں کی تقطیع و تشریح کی ہے، ان کا قول ہے:

”وقد صادف ارسطاطالیس فی تشریحہ رأس انسان
کان من عظمہ واحد لیس فیہ دروز اصلاً و ہذا من
النوادیر“۔ [۲]

علامہ کے اس بیان کا مقصد یہ ہے کہ ارسطو نے ایک آدمی کے سر

کی ہڈی [مجمہ] کی تشریح کی تو اس میں دروز [Sutures] موجود نہیں تھے، بلکہ یہ ایک مکمل ہڈی تھی۔ جس کی توجیہ یہ ہے کہ ابتدا میں عظام راس الگ الگ ہوتی ہیں اور ان کی دروز نظر آتی ہیں، لیکن بعد میں عمل تعظیم کے نتیجہ میں وہ دروز ختم ہو سکتی ہیں اور ارسطو کو جو مجمہ ملا ہوگا وہ کسی معمر آدمی کا رہا ہوگا۔

مردہ اجسام کی تقطیع و تشریح:

ڈسکیشن کا آغاز اور عمل تقطیع و تشریح میں یونانی اطباء کا حصہ عمل تقطیع و تشریح کے مطالعہ کے لیے انسانی لاشوں کا استعمال کب شروع ہوا؟ یہ ایک اہم سوال ہے۔ معتبر ذرائع کے مطابق سکندر اعظم [۳۳۴ قبل مسیح] کے انتقال کے بعد اس کا بہنوئی، بطلموس ساٹر جب مصر کا بادشاہ ہوا تو اس نے نہ صرف یہ کہ علوم و فنون کی ترویج و ترقی میں دلچسپی لی، بلکہ اس کے لیے ذرائع پیدا کیے۔ ارسطو کی کوششوں سے دارالعلوم قائم ہوا اور بطلموس کے جانشینوں نے ہر طرح سے اسے ترقی دی۔ یہ دارالعلوم ایک عرصہ تک جاری رہا اور بے پناہ شہرت حاصل کی، حتیٰ کہ کتنی صدیوں بعد جالینوس کے زمانہ میں بھی اسکندر یہ میں تعلیم حاصل کرنا فخر و اعزاز کی بات سمجھی جاتی تھی۔

اس سے پہلے مصر میں انسانی لاشوں کا عمل تقطیع و تشریح اگرچہ ممنوع تھا، لیکن یہاں اس کے مطالعہ کی سرکاری طور پر اجازت دی گئی اور پہلی بار وسیع پیمانے پر انسانی لاشوں کی تقطیع و تشریح کا آغاز ہوا۔ اس دارالعلوم سے تعلق رکھنے والے دو بڑے ماہرین تشریح ہیروفیلوس [Herophilos] اور ایراسطر اطس [Erasrates] کے نام مشہور ہیں۔

بعض حوالوں سے اس بات کی بھی تائید ہوتی ہے کہ تشریح اموات [Dead body dissection] کا آغاز تیسری صدی قبل مسیح سے اسکندر یہ کے دارالعلوم میں ہیروفیلوس اور ایراسطر اطس کے ذریعہ ہوا۔

پراگزیغورس:

یہ ۳۲۰—۳۴۰ قبل مسیح کا طبیب ہے۔ ساتھ ہی علم تشریح سے بھی

اسے گہرا تعلق تھا۔ یہ سب سے پہلا طبیب ہے، جس نے شریان اور ورید کے مابین تفریق کی۔ اس کا ماننا یہ تھا کہ وریدیں خون لے جاتی ہیں اور شریانیں میں ہوا بھری ہوتی ہے۔ اس نے نبض کا بھی گہرا مطالعہ کیا اور تشخیص کے کئی طریقے ایجاد کیے۔

فلوٹوس:

یہ پراگزیغورس [Prazugoras] کا شاگرد تھا اور اس کا معاصر ماہر تشریح ہے۔^[۱]

میرینو:

یہ اسکندر یہ کا رہنے والا، دوسری صدی قبل مسیح کا طبیب ہے۔ جالینوس نے اپنی کتابوں میں اس کے حوالے جا بجا دیئے ہیں۔ اس کا اہم کام یہ ہے کہ اس نے علم تشریح پر ایک کتاب لکھی، جو بیس مقالات پر مشتمل ہے۔ اس ماہر تشریح نے ثقبات راس [Foramen of skull] اور ثقبات فقرات [Foramen of vertebrae] کی شناخت و تعیین کی۔ بد قسمتی سے اس کے علمی کارناموں کی دستاویزات ناپید ہیں، البتہ اس کے بارے میں ہمیں جو کچھ معلومات حاصل ہوئی ہیں وہ صرف جالینوس کی تحریروں کے ذریعہ ہی حاصل ہوئی ہیں۔

جالینوس:

یہ عظیم ماہر تشریح، طبیب، فلسفی اور ماہر طب کی حیثیت سے معروف ہے۔ اس نے متعدد حیوانی و انسانی لاشوں کی تقطیع و تشریح کی اور علم تشریح، منافع الاعضاء، ماہیت الامراض اور علم الجینین کی وغیرہ پر ویق کام کیے اور ان میں اختصاص حاصل کیا۔

جالینوس شریانیں میں خون کے جاری رہنے کا قائل تھا۔ اس کی تحقیق تھی کہ چھوٹی سے چھوٹی شریان اگر کھول دی جائے تو جسم کا سارا خون تھوڑی دیر میں خارج ہو جائے گا۔^[۱]

جالینوس نے علم العضلات اور علم العظام [Myology and Osteology] کی تحقیقات میں کافی اضافہ کیا نیز عروق و اعصاب اور احشاء کی تشریح کے سلسلہ میں بہت معلومات بہم پہنچائیں۔ اس نے دماغ، بطون دماغ اور مبداء النخاع کو دماغ کے ایک حصہ کی حیثیت سے

متعارف کرایا۔^[۸]

سے روشناس کرایا۔ اعصاب حسی و حرکی کے فرق کو بالفعل محسوس کیا۔ اس نے تحقیق بھی یہ کی کہ جگر میں پانچ فصوص ہوتے ہیں۔ رفس ایک بڑا اور کامیاب سرجن تھا۔ اس نے اپنی سرجری میں مانعات دم طریقوں کا استعمال بھی کیا۔^[۹]

مصادر و مراجع

- ۱- انٹروڈکشن ٹو دی ہسٹری آف سائنس، جارج سارٹن
- ۲- تاریخ علم تشریح، حکیم سید ظل الرحمن
- ۳- عیون الانبا، فی طبقات الاطباء، ابن ابی اصیبعہ
- ۴- الفہرست، ابن ندیم
- ۵- کتاب العمدہ فی الجراحت، ابن القف المسیحی
- ۶- کتاب الکافی فی تاریخ مصر القدیم والحديث، میخائل شارڈیم بک
- ۷- کشف الظنون، ملا کا تب چلی
- ۸- ہسٹری آف میڈیسن، نیو برگر
- ۹- شارٹ ہسٹری آف میڈیسن، جان میجر



جالینوس نے یہ بھی بتایا کہ بعض اعصاب حسی [Sensory] ہوتے ہیں اور بعض حرکی [Motor]۔ اس نے دماغ کی تقطیع و تشریح کے سلسلے میں بطور خاص بیل [Taurus] کے دماغ کا مطالعہ کیا۔ جالینوس نے ہی قناتہ توازنی [Aquiduct] اُم رقیق اور اُم غلیظ [Piamatter and Corpora quadraDurmatter] اور زائدہ دودہ [Appendix] کو واضح طور پر بیان کیا۔ اعصاب پر بہت تفصیلی بحث و تحقیق کی اور اعصاب جمجمی [Cranial nerves] کو چھوڑ کر سارے اعصاب کو بیان کیا۔^[۹۰]

جالینوس کی خدمات بذات خود ایک علاحدہ مقالہ کی متقاضی ہیں۔

تھیوفیلوس:

شاہی اطباء کے زمرہ میں ایک معروف طبیب ہے۔ دیسکوریدوس کا معاصر اور شہنشاہ نیرو کے شاہی محافظ دستوں کا سربراہ تھا، یہ متعدد کتابوں کا مصنف تھا اور تحقیقی معلومات کی ایجاد کا سہرا اس کے سر ہے۔

اس نے اپنی تحقیقات سے ثابت کیا کہ ججمہ اور سنسنہ [Skull and spine] کی شکل اور ساخت دماغ اور نخاع کی نشوونما پر داخلہ پر منحصر ہوتی ہے۔ تھیوفیلوس نے جالینوسی فلسفہ کی بنیاد پر ہی اپنی تحقیقات کی عمارت کھڑی کی ہے۔

اس کی خاص تحقیقات بول و براز اور نبض سے متعلق اپنی ایک پہچان رکھتی ہیں۔ اس نے عمل اخراج فضلات کا مسلمہ بھی پیش کیا۔^[۹۱]

رفس افسی:

یہ یونانی طبیب ہے۔ Trajan کی جنگوں کے دوران روم اور مصر میں بھی رہ چکا ہے۔ اس کی طبی تحقیقات ہیروفیلوس [Herophilos] اور ایراسٹراس [Erasistratos] کی معلومات پر مبنی ہیں۔ اس نے اعصاب کا نظریہ پیش کیا اور تشریحی معلومات میں تحقیق و اضافے کے لیے۔ خنزیر اور بندروں کی تقطیع کی، تقاطع بصری [Optic chiasma]

ڈاکٹر سلیم الزماں صدیقی اور طبی تحقیق

☆ حکیم شارق علی خاں

☆☆☆ طبیبیہ شگفتہ رحمن

مریض وصحت مند، سبھی شامل تھے، ان سے ملاقات کی غرض سے حاضر ہوئے۔ ان کے پہنچنے کی خبر جب وہاں موجود ہندوستانی طالب علموں کو ہوتی تو مجذب شوق و نیاز ان کا ایک وفد ویانا میں ملنے کے لیے پہنچا۔ یہ تمام طلباء یورپ کے مختلف شہروں سے وہاں حاضر ہوئے تھے۔ اس وفد میں خواجہ عبدالحمید، برکت علی، عابد حسین اور محمد مجیب شامل تھے۔ رسمی ملاقات کے بعد ہر ایک سے حکیم صاحب کا تفصیلی تعارف ہوا۔ ان طالب علموں کو حکیم صاحب کے جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی کے منصوبہ کے بارے میں علم تھا اور یہ تمام طلباء اپنے ذہنوں میں جامعہ کے فروغ کا منصوبہ بھی رکھتے تھے۔ لہذا ان لوگوں کی حکیم صاحب سے اس ضمن میں تفصیلی گفتگو ہوئی اور ہندوستان واپسی پر جامعہ ملیہ اسلامیہ سے وابستگی کا عہد بھی ہوا۔ اسی طرح پیرس میں جناب سلیم الزماں صدیقی سے ملاقات ہوئی۔ حکیم محمد اجمل خاں کی دور رس نگاہوں نے سلیم الزماں صدیقی کے اندر ایک عظیم المرتبت سائنسداں دیکھا اور وہ ان سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب سلیم الزماں صدیقی مشہور کیمیا پروفیسر جو لیس وان برام کے زیر نگرانی یونیورسٹی آف فرانکفرٹ سے

مسح الملک حکیم محمد اجمل خاں صاحب کی حیات باصفات کا ایک بڑا حصہ طب یونانی کی ترقی، احیاء اور تحقیق کے لیے وقف کیا تھا۔ ان کی فکر اعلیٰ اور چشم بینا طب کی ترقی کے لیے ہمیشہ سرگرداں رہتی تھی۔ طب یونانی کی تحقیق کے مختلف نظریات ان کی عملی زندگی میں ہمیشہ ان کے ساتھ چلتے تھے۔ سفر میں یا حضر میں، مطب میں یا تحقیق طب میں، ہمیشہ اسی جستجو کا عکس نظر آتا تھا۔ انہوں نے یورپ کے دو دورے کیے، ایک ۱۹۱۱ء میں دوسرا ۱۹۲۵ء میں، لیکن ان میں دوسرا دورہ طب یونانی کی تحقیق کے ضمن میں بڑا سود مند ثابت ہوا، کیونکہ ان کی چشم بینا نے ایک ایسا گہر نایاب تلاش کر لیا تھا، جو آگے چل کر طب یونانی میں جدید تحقیق کے ان کے ذاتی منصوبے کی اہم کڑی ثابت ہوا۔ یہی وہ شخص تھا جو تحقیق کی دنیا میں ایک عظیم سائنسداں ڈاکٹر سلیم الزماں صدیقی کے نام سے پہچانا گیا۔

مسح الملک حکیم محمد اجمل خاں اپنے دوسرے دورہ میں جب یورپ پہنچے تو ان کی شخصیت سے متاثر ہو کر نہ جانے کتنے خواص، جن میں سیاستداں، علماء، مشائخ، برطانوی عہدہ دار، زعماء، رؤساء، اور

☆ اسٹنٹ ڈاکٹر [طب یونانی]، ریجنل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ آف یونانی میڈیسن، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

☆☆ ریسرچ آفیسر [طب یونانی]، ریجنل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ آف یونانی میڈیسن، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

پی ایچ ڈی کر رہے تھے۔ حکیم محمد اجمل خاں نے ان کی صلاحیتوں سے متاثر ہو کر انہیں مستقبل میں نیچرل پروڈکٹ [Natural Products] پر کام کرنے کا مشورہ دیا اور وہیں اپنے اس منصوبہ سے آگاہ کیا کہ وہ طبیبہ کالج دہلی میں طب یونانی کی ادویات پر تحقیق کے لیے ایک مستقل تحقیقی ادارہ قائم کرنا چاہیے، ان کو ہندوستان واپسی کے بعد اس کی سربراہی کی پیشکش بھی کی۔ یہی وہ وقت تھا جس نے طب یونانی میں تحقیق کی تاریخ کا ایک سنگ میل فراہم کیا اور اسی سائنسداں نے آگے چل کر حکیم اجمل خاں کی رہنمائی میں کچھ ایسے کارہائے نمایاں انجام دیئے، جو طب یونانی کے اصولوں کے تحت علم الادویہ میں تحقیق و تجزیہ کی نوج اور اساس ثابت ہوا۔ اسی سائنسداں نے حکیم صاحب کے مشورہ سے دنیا کو چند اولین جدید کیمیادی سالمات سے روشناس کرایا، جو خالصتاً یونانی ادویات پر مشتمل تھیں۔

ڈاکٹر سلیم الزماں صدیقی کی پیدائش اودھ کے ایک چھوٹے سے قصبہ صبیحہ، ضلع بارہ بنکی [اتر پردیش] میں ۱۹ اکتوبر ۱۸۹۷ء کو ایک خوشحال گھرانے میں ہوئی [تاریخ پیدائش عام طور پر ۱۹ اکتوبر لکھی گئی ہے، لیکن بعض مصادر میں ۱۷ اکتوبر بھی لکھی گئی ہے] ان کے والد کا نام چودھری محمد زماں تھا۔ وہ تحریک آزادی میں سرگرم حصہ لینے والے مسلم لیگ کے رکن جناب چودھری خلیق الزماں کے چھوٹے بھائی تھے۔ لکھنؤ میں ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد انہوں نے علی گڑھ کارخ کیا اور یہاں اس زمانہ میں مسلم ایگلو اور نیٹل کالج میں [اب علی گڑھ مسلم یونیورسٹی] میں داخلہ لیا۔ یہاں سے انہوں نے فارسی ادب اور فلسفہ کے ساتھ ۱۹۱۹ء میں گریجویشن مکمل کیا، لیکن اپنے خاندان کی خواہش کے بموجب اس کے بعد طب کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے لندن تشریف لے گئے اور یونیورسٹی کالج آف لندن سے ایک سالہ پری میڈیکل کا امتحان پاس کیا۔ لیکن مشیت الہی کچھ اور ہی تھی، اسی دوران اپنے بڑے بھائی کے مشورہ سے تعلیم کے اس سلسلہ کو چھوڑ کر ۱۹۲۱ء میں علم الکیمیاء کے مطالعہ کے لیے جرمنی تشریف لے گئے۔ جرمنی اس زمانہ میں علم الکیمیاء کا مرکز سمجھا جاتا تھا۔ وہاں انہوں نے یونیورسٹی آف فرنگفرٹ میں کیمیاء کی تعلیم حاصل کی اور ۱۹۲۷ء میں پروفیسر

جولیس وان برام کے زیر نگرانی علم الکیمیاء میں اپنی پی ایچ ڈی مکمل کی۔ دریں اثنا ۱۹۲۴ء میں انہوں نے اپنی ایک ہم جماعت اتھنل ولہیمنا شیمان سے شادی کی، جو ان کی بہترین رفیق حیات ثابت ہوئیں۔

ڈاکٹر سلیم الزماں صدیقی نے ڈاکٹریٹ نامیاتی علم الکیمیاء میں کی تھی، لیکن وہ فنون لطیفہ کا زبردست ذوق رکھتے تھے، وہ ایک بہترین مصور ہی نہیں ایک بلند مرتبہ شاعر، ادیب اور موسیقار بھی تھے۔ ان کی شخصیت ایک ایسے بحر ذخار کی سی تھی جس میں فلسفہ، ادب، فنون لطیفہ اور سائنس کی موجیں بڑی ترتیب سے بہتی تھیں۔ انہوں نے مشہور جرمن شاعر رینے ماریہ رلکے کی شاعری کا اردو ترجمہ کیا ہے۔ یہ ترجمہ پروفیسر محمد مجیب کے مجلہ جامعہ میں شائع ہوا ہے۔

ڈاکٹر سلیم الزماں صدیقی نے ہندوستان واپس آنے کے بعد کچھ عرصہ آئی آئی ٹی بنگلور میں کام کیا، لیکن جیسے ہی طبیبہ کالج قرول باغ، نئی دہلی میں یونانی طبی ریسرچ کا شعبہ قائم ہوا، اس سے وابستگی اختیار کر لی۔ حکیم محمد اجمل خاں سے کیے گئے وعدہ کے مطابق انہوں نے اس طبی تحقیقی ادارہ کے سربراہ کی حیثیت سے ۱۹۲۹ء میں چارج لیا اس طرح وہ ہندوستان کے اولین طبی تحقیقی ادارہ کے سربراہ مقرر ہوئے۔ اس ادارہ کا باقاعدہ افتتاح ۱۹۳۱ء میں ہوا اور وہاں انہوں نے وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے، جسے دنیا ہمیشہ یاد رکھے گی۔ اس ادارہ سے انہیں قلبی لگاؤ تھا اور اپنی تمام زندگی وہ اس کو بخشنا چاہتے تھے۔ یہ الفاظ راقم الحروف کو ان کی اپنی زبانی تبرکاً سننے کو ملے، جب ان سے ۱۹۸۳ء میں نئی دہلی میں ملاقات کا شرف حاصل ہوا، وہ ایک کانفرنس میں شرکت کی غرض سے دہلی تشریف لائے تھے۔ بقول ڈاکٹر سلیم الزماں صدیقی:

صبح الملک حکیم اجمل خاں صاحب کے اچانک انتقال کے بعد وہاں ایسے حالات پیدا ہو گئے تھے کہ بادل ناخواستہ ۱۹۴۰ء میں سبکدوشی اختیار کی، دریں اثنا ۱۹۴۰ء ہی میں حکومت ہند، کلکتہ میں کاؤنسل آف سائینٹفک اینڈ انڈسٹریل ریسرچ [سی ایس آئی آر] قائم کیا اور ان سے اس کی سربراہی کی درخواست کی، لہذا انہوں نے سی ایس آئی آر کے سربراہ کی حیثیت سے ۱۹۴۰ء سے اپنی خدمات کا آغاز کیا۔ اسی

انسٹی ٹیوٹ آف کیمسٹری [HEJIC] رکھا گیا۔ اس ادارہ کو انہوں نے بین الاقوامی سطح پر روشناس کرایا اور ۱۹۹۰ تک وہ اس میں کام کرتے رہے۔ اس کے بعد وہ اپنے گھر پر اپنی ذاتی معمل میں خرابی صحت کے باوجود مشغول تحقیق رہے۔ اس عظیم سائنس دان نے اپنی عمر کے آخری لمحہ تک ادویات کی تحقیق پر کام کیا بالآخر ۱۹۹۴ء میں سقوط قلب کی وجہ سے اچانک ان کا انتقال ہوا۔ ان کی تدفین جامعہ کراچی کے قبرستان میں عمل میں آئی۔

تحقیقی کاموں کا جائزہ:

پروفیسر سلیم الزماں صدیقی کا سب سے پہلا اور عظیم ترین کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے مسیح الملک حکیم اجمل خاں صاحب کی زیر نگرانی اور ان کے مشورہ کو رو بہ عمل لاتے ہوئے بیج اسرول پر اپنا تجزیاتی کام کیا اور دنیا کو ضغط الدم قوی کے لیے اوجیلین دوامہیا کرائی۔ اس کے تجزیہ سے حاصل ہونے والے مادہ کا نام حکیم اجمل خاں صاحب کے نام نامی سے منسوب کرتے ہوئے اجمیلین رکھا۔ اس کے بعد دیگر ایٹلاڈ کا نام بھی انہوں نے اجمیلین [Ajmalinine]، اجملسین [Ajmalicine]، آکسو اجمیلین [Iso Ajmalinine] نیواجمیلین [Neo Ajmaline] ان کے نام سے منسوب کیے۔ دیگر اجزاء میں انہوں نے سرپینٹین [Serpentine] اور سرپینٹین [Serpentinine] کو حاصل کیا۔ ان میں سے بہت سے اجزاء آج بھی مستعمل ہیں۔

اسرول کی تحقیق کے ضمن میں اپنی ایک رپورٹ میں وہ رقمطراز ہیں کہ اسرول سے جو فوائد اس کی کلی صورت کے استعمال سے حاصل ہوتے ہیں، وہ اس کے جزویات سے نہیں ہوتے، بلکہ کچھ مضرات کا خدشہ بڑھ جاتا ہے۔ بہر حال آج بھی اسرول کے یہ اجزاء جدید طب میں قلبی و ذہنی امراض میں استعمال ہوتے ہیں، خاص طور سے بروگاڈا سنڈروم [Brugada Syndrome] میں۔

وہ پہلے سائنس دان ہیں، جنہوں نے نیم پر تجزیاتی مطالعہ کیا اور اس کے مانع دیدان [Anthelmintic]، مانع تکرّج [Antifungal]، دافع جراثیم [Antibacterial] اور مانع ویروسی [Antiviral] اثرات کو متعارف کرایا۔ ۱۹۴۲ء میں انہوں نے روغن نیم سے چند تلخ مادوں کو جدا

دوران انہوں نے ایک ایسی تحقیق کی، جس کا آج تک کوئی بدل نہیں ہے۔ انہوں نے ایک ایسی نہ مٹنے والی روشنائی ایجاد کی جو ۱۹۴۶ء میں ہونے والے عام انتخابات میں ووٹروں کی انگلی پر نشان لگانے کے لیے استعمال کی گئی۔ یہ سلسلہ آج تک قائم ہے۔ ابھی تک اس کا کوئی نعم البدل نہیں۔ سی ایس آئی آر میں انہوں نے ۱۹۵۱ء تک کام کیا۔ تقسیم ہند کو کہ سیاسی تلخیوں سے بھر ایک سانحہ ہے، لیکن باوجود اس کے اس دور کے سیاسی رہنما اتنے وسیع القلب تھے کہ وزیراعظم پاکستان لیاقت علی خان صاحب کو پاکستان میں پی سی ایس آئی آر کی بنیاد ڈالنے کے لیے جب ایک معتبر سائنس دان کی ضرورت محسوس ہوئی تو ان کی نظر انتخاب چودھری خلیق الزماں کے اس برادر خرد پر گئی اور انہوں نے ہندوستان کے وزیراعظم آنجمنی پنڈت جواہر لال نہرو سے درخواست کی کہ وہ ڈاکٹر سلیم الزماں کی خدمات پاکستان کو مہیا کرادیں، تاکہ ایک نئے ملک میں نئے پی سی ایس آئی آر کا قیام عمل میں لایا جاسکے، لہذا پنڈت نہرو نے فراخ دلانہ جذبہ کے تحت نواب زادہ لیاقت علی خاں کی خواہش ان تک پہنچا دی اور اس طرح وہ ۱۹۵۱ء میں پاکستان ہجرت کر گئے۔

پاکستان جا کر انہوں نے ۱۹۵۳ء میں پہلے پاکستان اکیڈمی آف سائنس کی بنیاد ڈالی، جو بعد میں پی سی ایس آئی آر میں تبدیل ہوئی۔ یہاں رہ کر بھی انہوں نے قدرتی مادوں کے تجزیہ پر کام کیا اور طبی تحقیق کے علم میں زبردست اضافہ کیا۔ ملازمت سے سبکدوشی کی عمر کو پہنچنے کے باوجود حکومت نے ان کی مدت ملازمت کی توسیع کی، کیونکہ ان کے ہم پلہ وہاں اس وقت تک کو سائنس دان نہیں تھا اور تحقیق کے میدان میں ان کی ضرورت شدت سے تھی۔ بہر حال اس ملازمت سے سبکدوشی کے اگلے روز ہی شیخ الجامعہ کراچی نے ان سے درخواست کی کہ وہ یونیورسٹی آف کراچی کے متوقع جدید ترین علم الکیمیا کے ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کی سربراہی قبول فرمائیں۔ شیخ الجامعہ کراچی کی درخواست پر انہوں نے اس نئے انسٹی ٹیوٹ کی ذمہ داری قبول کی اور جدید ترین معیار کا علم الکیمیا کا ایک انسٹی ٹیوٹ قائم کیا۔ جس کے لیے فنڈ حسین جمال فاؤنڈیشن نے فراہم کیے، لہذا اس کا نام حسین ابراہیم جمال

- ۹- ۱۹۸۰ء میں ہلال امتیاز سے سرفراز کیا گیا۔
- ۱۰- ۱۴ اپریل ۱۹۹۹ء کو ان کی یاد میں حکومت پاکستان نے یادگار ڈاک ٹکٹ کا اجراء کیا۔
- ۱۱- ۱۹۹۹ء میں کراچی میں PCSIR کی جانب جانے والی سڑک کا نام ان کے اعزاز میں شاہراہ ڈاکٹر سلیم الزماں صدیقی رکھا گیا۔
- ۱۲- سوویت اکادمی آف سائنس کی جانب سے گولڈ میڈل دیا گیا۔
- ۱۳- Pakistan Association for the Advancement of Science کے صدر رہے۔
- ۱۴- پاکستان ایٹامک انرجی کاؤنسل کے رکن رہے۔
- ۱۵- سائنٹفک کمیشن ڈرافٹنگ کمیٹی کے چیئرمین رہے۔
- ۱۶- ویانا کی پائینیکل اکادمی آف سائنس کا فیلو مقرر کیا گیا۔
- ۱۷- ٹریسٹی اٹلی میں تھرڈ ورلڈ اکادمی آف سائنس نے ان کا انتخاب فاؤنڈیشن فیلو کی حیثیت سے کیا۔

مطبوعات:

- سلیم الزماں صدیقی کے نام سے تقریباً پچاس کیمیادی مرکبات پبلیشڈ ہیں۔ علاوہ ازیں ان کے تقریباً ۱۵۰ مقالات دنیا کے مختلف معتبر و مقبول جرنلس میں شائع ہوئے ہیں، جو انتہائی قدر و منزلت کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں اور سائنسی تحقیق کا بیش قیمتی اثاثہ ہیں۔
- ڈاکٹر سلیم الزماں صدیقی نے چند سائنسی جرنلس کی ادارت بھی کی جو حسب ذیل ہیں:

- کاروان سائنس [اردو]
- سائنس کروئیکل [انگریزی]
- یوروگامی لگان [بنگالی]
- سائنس اینڈ انڈسٹری
- جرنل آف پی سی ایس آئی آر [Journal of PCSIR]
- میر تقی میر کا منتخب کلام انتخاب میر کے نام سے ۱۹۸۳ء میں شائع کیا۔

کیا۔ ان کے نام اس طرح ہیں، نمبین [Nimbin]، نمبڈین [Nimbidin] اور نمبینین [Nimbinin]۔

انہوں نے پانی میں غیر حل پذیر مادوں کو ایٹھر [Ether]، پٹرول ایٹھر [Petrol Ether]، استھائل ایسیٹیٹ [Ethyl Acetate] اور ڈیلوٹ الکل [Dilute Alcohol] میں تحلیل کر کے جدا کیا۔ انہوں نے یہ پتالگایا کہ Nimbidin ہی اصل دافع جراثیم جز ہے اور روغن نیم میں تمام اجزاء سے زیادہ مقدار میں پایا جاتا ہے۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ نیم کے یہ تمام اجزاء قدرتی قاتل کرم [Natural Insecticides] بھی ہیں۔

ڈاکٹر سلیم الزماں صدیقی کی تحقیقی صلاحیتوں کے پیش نظر حکومت برطانیہ نے انہیں ۱۹۴۶ء میں آرڈر آف برٹش امپائر [Order of British Empire] کے خطاب سے نوازا۔ ڈاکٹر سلیم الزماں صدیقی اپنی تمام زندگی برصغیر ایشیا میں پائے جانے والے مختلف دوائی پودوں پر تحقیق کرتے رہے۔ ان کے نام سے تقریباً ۵۰ کیمیادی مادے پبلیشڈ ہیں۔ Biopesticides کا تصور بھی انہوں نے ہی پیش کیا۔

اعزازات:

- ۱- برطانیہ سرکار نے انہیں ۱۹۴۶ء میں آرڈر آف برٹش امپائر کے خطاب سے سرفراز کیا۔
- ۲- فرنگرٹ یونیورسٹی نے ۱۹۵۸ء میں D.Med کی اعزازی ڈگری تفویض کی۔
- ۳- حکومت پاکستان نے ۱۹۵۸ء میں طمعہ پاکستان عطا کیا۔
- ۴- ۱۹۶۰ء میں Pan- Indian Ocean Science Association کے صدر منتخب ہوئے۔
- ۵- ۱۹۶۱ء میں Fellow of Royal Society London بنائے گئے۔
- ۶- ۱۹۶۲ء میں حکومت پاکستان نے ستارہ امتیاز سے نوازا۔
- ۷- ۱۹۶۶ء تک PCSIR کے ڈائریکٹر کے عہدہ پر فائز رہے۔
- ۸- ۱۹۶۶ء میں ہی ان کو ان کی سبکدوشی پر صدر پاکستان نے Pride of Performance Medal سے نوازا۔

5. Ara I., Siddiqui, B.S., Faizi's, and Siddiqui's. [1989] Structurally novel diterpenoid Constituents from the stem bark of Azadirachta indica [meliaceae], journal of the Chemical Society - Perkin Transactions. I.pp.343-45
6. Hong K., Brugada, J., et al [2004] Value of Electrocardiographic parameters and Ajmaline Test in the Diagnosis of Brugada Syndrome caused by SCN5A Mutations. Circulation. 110. pp.3023-27
7. Siddiqui, S. and Siddiqui R.H. [1931] Chemical Examination of the roots of Rauwolfia Serpentina, Journal of the Indian Chemical Society. 8. pp.667-680
8. Siddiqui S. and Siddiqui R.H. [1932] The alkaloids of Rauwolfia Serpentina, Part I, Ajmaline Series Journal of Indian Chemical Society. 9. p.539
9. Siddiqui S. and Siddiqui R.H. [1935], The alkaloids of Rauwolfia Serpentina Part II Ajmaline series Journal of Indian chemical Society 12.p.37
10. Sandilvi A.N. [2003] Salimuzzaman Siddiqui : Pioneer of Scientific Research in Pakistan , Daily Dawn, 12 April 2003
11. WWW.en. wikipedia.org



ڈاکٹر سلیم الزماں صدیقی اور فنون لطیفہ:

پروفیسر سلیم الزماں صدیقی کی شخصیت سائنس، فلسفہ، ادب اور فنون لطیفہ کا حسین امتزاج تھی۔ یہ بات دیگر ہے کہ ان سب پر سائنس حاوی تھی، وہ ایک اعلیٰ پایہ مصور اور شاعر تھے، جس میں موسیقی کا رنگ بھی شامل تھا۔ ان کی فن مصوری کے شاہ پاروں کی پہلی بین الاقوامی نمائش اگست ۱۹۲۴ء میں فرنک فرٹ میں منعقد ہوئی تھی۔ اس کے بعد ۱۹۲۷ء میں ان کے اس فن کی ایک نمائش کا اہتمام اڈیلی گیلری [Uzielli gallery] فرنک فرٹ میں کیا گیا۔ جرمن اخباروں نے ان کی خوب پذیرائی کی تھی۔ یہ معلومات بھی دلچسپ ہے کہ ان کی زندگی کی پہلی آمدنی ایک ہزار گولڈ مارک ۱۹۲۷ء میں اڈیلی گیلری کی نمائش میں فروخت کیے ہوئے مصوری کے نمونوں سے حاصل ہوئی تھی۔ انہوں نے ۱۹۲۰ء اور ۱۹۵۰ء کے درمیان تارکول مصوری [Charcoal drawing] کے انتخاب کا ایک پورٹ فولیو بھی شائع کیا تھا۔ ان کی مصوری کی نمائش کا اہتمام ہندوستان اور پاکستان میں بھی ہو چکا ہے۔ انہوں نے مشہور جرمن شاعر ریز ماریہ ریلکے Rainer Maria Rilke کی شاعری کا اردو میں ترجمہ کیا جو مجلہ جامعہ ملیہ اسلامیہ میں بھی شائع ہوا ہے۔ ۱۹۶۶ء میں کراچی میں سنٹرل انسٹی ٹیوٹ آف آرٹ اینڈ کلچر کو قائم کرنے میں وہ پیش پیش تھے۔

(حوالہ جات)

- ۱- قاضی عبدالغفار، حیات اجمل، انجمن ترقی اردو، علی گڑھ، ۱۹۵۰ء، ص ۱۱-۲۱۰
- ۲- حکیم جمیل خاں، سیرت اجمل، دہلی
3. Hakim M.A. Razzack, Hakim Ajmal Khan, the versatile genius, 1987, CCRUM, New Delhi, pp. 49-52
4. Hakim Mhod. Saeed, Essays on Science [Falicitation Volume] in honour of Dr. Salimuzzaman Siddiqui, 1986, Hamdard Foundation Press Karachi, [Foreword], pp.III - VIII.

طب کے کلیاتی مباحث: کتاب الحاوی کے تناظر میں

☆ حکیم امان اللہ

☆ حکیم احمد سعید

☆ حکیم معراج الحق

لچسپی کا مظاہرہ کیا اور بے شمار قابل قدر تصنیفات و تالیفات یادگار چھوڑیں۔ بقراط کی طبیعت الانسان، کتاب الفصول اور کتاب الاخلاط، جالینوس کی کتاب الاسطقسات، کتاب المزاج، کتاب النبض، کتاب القوی الطبیعیہ وغیرہ کلیات کے موضوع پر اؤ لین سرمایہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ عہد اسلامی کے اطباء نے طب کے یونانی سرمایے سے نہ صرف بخوبی استفادہ کیا، بلکہ اس میں اپنے گراں قدر مشاہدات و تجربات کا اضافہ کر کے وہ کتابیں تصنیف کیں جو طب کے بنیادی مراجع کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ربن طبری کی فردوس الحکمة، رازی کی کتاب الحاوی، کتاب المنصوری، کتاب المرشد، مجوسی کی کامل الصنائع، مسیحی کی کتاب المأۃ، ابن سینا کی القانون فی الطب، اخوینی کی ہدایۃ المستعملین فی الطب، جرجانی کی ذخیرہ خوارزم شاہی، ابن ہبل کی کتاب المختارات اور ابن رشد کی کتاب الکلیات، گو طب کے تمام مباحث پر مشتمل ہیں، لیکن ان میں کلیات کے مضامین سے تفصیلی بحث کی گئی ہے، بلکہ بعض کو تو اس حوالے سے وہ شہرت دوام حاصل ہوئی جو بعد میں لکھی جانے والی کتابوں کا مقدور نہ بن سکی۔

کتاب الحاوی میں موجود کلیاتی مباحث کا جائزہ لینے سے قبل لفظ 'کلیات' کے طبی مفہوم اور اطباء کے ذریعے اس اصطلاح کے استعمال پر ایک سرسری نگاہ ڈالنا شاید مناسب ہوگا۔ منطق کی اصطلاح میں زبان سے جو لفظ ادا ہو اور سمجھ میں آئے اسے 'مفہوم' کہتے ہیں۔ مفہوم کی دو

ابتدائی:

حقائق کا ادراک، فلسفہ، مشاہدات اور تجربات کے ذریعہ کیا جاتا ہے۔ خارجی اشیاء ہوں یا داخلی، ذہن و دماغ میں آئے بغیر ان کی تفہیم ناممکن ہے۔ گرد و پیش کی اشیاء پر انسانی ذہن برابر غور و فکر کرتا رہتا ہے۔ پہلے ذہن میں ایک خاکہ تشکیل پاتا ہے، پھر مشاہدات و تجربات کی کسوٹی پر اسے پرکھا جاتا ہے۔ نتائج، تجربات کے مرہون منت ہوتے ہیں۔ جدید سائنس اشیاء کے حقائق کو مادی پیمانوں پر رکھ کر دیکھتی ہے جب کہ طب میں حقائق کو مادی وسائل کے ساتھ ساتھ فکر و نظر کی کسوٹی پر پرکھا جاتا ہے۔

طب یونانی کے نشان ہائے امتیازات میں سے ایک کا تعلق اس کی کلیات سے ہے۔ کلیات کے زیر عنوان جن مسائل سے طب یونانی میں بحث کی گئی ہے وہ دوسری طبوں میں اس تفصیل اور اہمیت کے ساتھ نہیں ملتے۔ طب کی علمی اور فکری اصل و اساس کی حیثیت سے کلیات کی معنویت نہایت اہم اور وسیع ہے۔ کلیات کی واقعی تفہیم کے بغیر طب یونانی کو سمجھنے کا دعویٰ نہیں کیا جاسکتا کہ اس کے ذریعے طب کا بنیادی فلسفہ تشکیل پاتا ہے۔

انہیں وجوہ کی بناء پر متقدمین و متاخرین اطباء نے طب کے دیگر موضوعات کے ساتھ کلیاتی مباحث کی تحقیق و تدوین میں غیر معمولی ☆ ریسرچ آفیسر [طب یونانی]، سنٹرل کونسل فار ریسرچ ان یونانی میڈیسن، نئی دہلی

فتمیں ہوتی ہیں، کلی اور جزئی۔ کلی سے مراد وہ مفہوم ہے، جس میں بہت سے افراد شامل ہوں جیسے مرض۔ جزئی اس مفہوم کو کہتے ہیں، جس میں بہت سے افراد شامل نہ ہوں جیسے صرع۔ کلی اور جزئی کا استعمال بطور صفت ہوتا ہے جیسے 'الامور الکلیۃ، الامور الجزئیۃ'۔ ان کی جمع کے طور پر 'کلیات' اور 'جزئیات' کے الفاظ مستعمل ہیں۔

طبی اصطلاح میں کلیات سے مراد وہ جامع اصول و قوانین ہیں، جن کے ذریعے حالتِ صحت اور حالتِ مرض میں بدنِ انسانی کے احوال کا کلی علم حاصل ہوتا ہے۔ سب سے پہلے مسیحی [۱۰۱۰-۱۰۹۷ء] نے کلیات کی اصطلاح کا استعمال کیا۔ طب کے بنیادی مسائل پر مشتمل اس کی ایک کتاب کا نام ہی 'الطب الکلی' ہے۔ اس کے بعد ابن سینا [۱۰۳۷-۱۰۹۸ء] نے القانون میں بکثرت اس اصطلاح کا استعمال کیا مثلاً:

قول کلی فی الاسباب کلام کلی فی النبض

الکتاب الاول فی الامور الکلیۃ من علم الطب

بعد میں متاخرین نے اس اصطلاح کو اپنالیا اور موجودہ مفہوم کی

حیثیت سے اس کا رواج عام ہو گیا۔

ابن رشد نے مبادیات طب پر اپنی شہرہ آفاق کتاب کو کتاب الکلیات کے نام سے معنون کیا۔ داؤد انطاکی، جس پر طب کے ایک عہد کا خاتمہ ہوتا ہے، نے اپنی کتاب تذکرۃ اولی الالباب کے پہلے باب کا عنوان اس طرح قائم کیا ہے: الباب الاول فی کلیات ہذ العلم و المدخل الیہ۔

مشاہیر اطباء کی تصانیف میں مذکور موضوعات اور مباحث کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے درج ذیل موضوعات کو کلیات میں شامل کیا ہے:

- امور طبیعیہ بشمول تشریح و منافع الاعضاء۔
- اسباب بشمول اسباب ضروریہ وغیرہ ضروریہ، امراض اور امراض بشمول دلائل نبض، بول و براز۔
- حفظ صحت کے طریقے اور تدابیر۔
- ادویہ و اغذیہ سے متعلق اصول و قوانین۔
- اصول علاج۔

رازی اور مباحث کلیات:

عربی عہد کے عظیم اسکا لرحمد بن زکریا رازی کا شمار ان نابغہ روزگار

سہ ماہی جہان طب، نئی دہلی

مسلم اطباء میں ہوتا ہے، جن کا طب یونانی کے ارتقاء میں غیر معمولی حصہ ہے اور جنہوں نے اپنی زبردست علمی صلاحیت، فنی مہارت اور وسیع مشاہدات و تجربات کے ذریعے اس فن میں قابل قدر اضافہ کیا ہے۔ رازی کی شہرت ایک معالج کی حیثیت سے ہے، مگر اس کی شخصیت محض علاج و معالجہ تک محدود کر دینا اس کے ساتھ نا انصافی ہوگی۔ طب کے علاوہ بعض دیگر علوم و فنون مثلاً کیمیا، منطق و فلسفہ، ہیئت، فلکیات، طبیعیات اور ہندسہ میں اسے کامل مہارت حاصل تھی۔ رازی کو جو وصف تمام مسلم اطباء سے ممتاز کرتا ہے وہ اس کے ذاتی تجربات و مشاہدات ہیں۔ قدیم اور معاصر اطباء کے بیانات اور تصریحات کے ساتھ اس نے ہر مرض کے تعلق سے اپنی معلومات قلم بند کی ہیں۔ اس کی اسی امتیازی خصوصیت کی بناء پر ای جی براؤن نے اس کا مرتبہ تمام مسلم اطباء میں سب سے برتر قرار دیا ہے۔

رازی کے بارے میں عام تاثر یہ ہے کہ طب کے کلیاتی اور نظری پہلو کے تعلق سے اس کی معلومات محدود تھیں نیز اس موضوع پر اس کی کوئی قابل قدر تصنیف نہیں ہے۔ حکیم رضی الاسلام ندوی نے تحقیق کے بعد مباحث کلیات کے ضمن میں اس کی بعض کتابوں کا ذکر کیا ہے، جو مخطوطات کی شکل میں ہیں:

۱- کتاب معرفۃ مزاج الآدی

۲- رسالہ فی الحما

۳- لماذا یضطر الافراط فی الحما

۴- کتاب فی شرف الفصد / معرفۃ الفصد

۵- کتاب الطب الملو فی فی العلل والامراض

۶- تلخیص کتاب العلل والامراض لجالینوس

۷- اختصار کتاب النبض الکبیر لجالینوس

۸- مقالہ فی الاسباب

۹- کتاب فی العلامات

۱۰- کتاب فی الریاضۃ

۱۱- کتاب فی منافع الاعضاء

۱۲- مقالہ فی التی صار الحریف مرضاً و الریح فالضد

۱۳- عین، کبد، اثین، قلب، صماخ، مفاصل کی ہیئت پر رسالے

رازی کی دستیاب کتابوں میں کلیاتی نقطہ نگاہ سے تین کتابیں

اہمیت کی حامل ہیں:

کتاب الحاوی، جس میں متفرق مقامات پر چند کلیاتی مباحث ہیں۔
کتاب المصوری، جس کے بعض مباحث کلیات سے تعلق رکھتے ہیں۔
کتاب المرشد، جس کا اکثر حصہ کلیات سے متعلق ہے۔
کتاب الحاوی الکبیر فی الطب کے کلیاتی مباحث:

کتاب الحاوی رازی کی ضخیم ترین تصنیف ہے۔ اس کتاب میں طب کے جملہ مضامین کو متقدمین اطباء کے اقتباسات کے ساتھ جمع کیا گیا ہے۔ گو اس میں حسن ترتیب اور طرز نگارش کا فقدان ہے، لیکن علم و عمل کی جو جھلک ظاہر ہوتی ہے شاید ہی کسی کتاب میں نظر آئے۔ الحاوی کے سلسلہ میں عام طور پر تسلیم کیا جاتا ہے کہ رازی نے جو یادداشتیں جمع کی تھیں، وہ انہیں مرتب نہیں کر سکا اور بعد میں انہیں ترتیب دیا گیا۔ شاید اسی وجہ سے الحاوی کی طوالت، ترتیب اور تکرار کو تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ مورخین طب کے درمیان اس کی جلدوں کی تعداد کے بارے میں اختلاف رہا ہے۔ موجودہ صورت میں اس میں کلیاتی مباحث مرتب شکل میں نہ ہونے سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ کلیاتی مباحث سے متعلق اس کے اجزاء ضائع ہو گئے ہوں۔

فی زمانہ الحاوی کا جو نسخہ اہل ذوق کے لیے دستیاب ہے، وہ دراصل اسکوریال میں موجود مخطوط کو بنیاد بنا کر دائرۃ المعارف عثمانیہ نے ۲۳ جلدوں میں شائع کیا ہے، ان ۲۳ جلدوں میں پائے جانے والے کلیاتی مباحث کی تفصیل حسب ذیل ہے:

چھٹی جلد:

اس جلد میں مؤلف نے بدنی استفرغات سے بحث کرتے ہوئے استفرغ کے مختلف ذرائع اور ان کے احکام و قوانین کو بیان کیا ہے۔ ذرائع استفرغ میں تے، اسہال، فصد، بول اور عرق کا تفصیلی بیان موجود ہے۔ امتلائی صورتوں میں مادے کو دفع کرنے یا جذب و امالہ کے طریقے مذکور ہیں۔ قوانین اسہال پر روشنی ڈالتے ہوئے مسہل اور تے آور ادویہ و اغذیہ بیان کی ہیں۔ مسہل ادویہ کے استعمال سے اگر اسہال نہ ہو یا اسہال میں زیادتی ہو جائے تو ان کے تدارک کی تدابیر سے متعلق معلومات پیش کی گئی ہیں۔ اس کے بعد امعاء کے مختلف امراض سے متعلق معالجاتی تفصیلات کو بیان کی گئی ہیں۔

چودھویں جلد:

اس جلد میں رازی نے ذرائع استفرغ کے منافع الاعضائی پہلو

پر روشنی ڈالی ہے، مثلاً پسینہ کیوں آتا ہے؟ اس کی کثرت یا قلت کے کیا اسباب ہیں؟ اس سے کن امراض کی نشان دہی ہوتی ہے؟ تعریق کے ذریعہ استفرغ کی ضرورت کن حالات میں درپیش ہوتی ہے؟ پسینہ کتنی قسموں کا ہوتا ہے؟ پسینہ میں کن کن چیزوں کا مشاہدہ ضروری ہے؟ غرض عرق کے ضمن میں تفصیلی بحث موجود ہے۔

استفرغ کے ایک اور اہم ذریعہ براز سے متعلق بحث بھی اس جلد میں موجود ہے۔ براز کی مقدار، رنگ، قوام اور بو وغیرہ پر روشنی ڈالتے ہوئے یہ وضاحت کی گئی ہے کہ براز غیر محمود کن کن امراض پر دلالت کرتا ہے۔
پندرہویں جلد:

اپنے مشتملات کے اعتبار سے اس جلد کو ماحولیات سے منسوب کیا جاسکتا ہے۔ اس میں بنیادی طور سے ہواؤں اور مساکن سے بحث کی گئی ہے۔ ہواؤں کی مختلف اقسام نیز بدن انسان پر خراب ہواؤں کے اثرات کو بیان کیا گیا ہے۔ مساکن، مختلف موسموں اور امراض کی وقوع پذیری کے مابین باہمی تعلق کو واضح کیا گیا ہے۔ ہر موسم کے خواص، ان میں پائی جانے والی نبضوں اور اس موسم کے مخصوص امراض کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کی تحفظی تدابیر اور موزوں غذاؤں کو بیان کیا ہے۔ حرارت و برودت کے اعتبار سے مختلف مساکن کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ خط استواء کے زیریں علاقے شدید گرم ہوتے ہیں۔ اس سے مزاج اقلیم کے حوالہ سے اس کا نقطہ نظر واضح ہوتا ہے۔

سولہویں جلد:

یہ جلد نضح کی تفصیلات پر مشتمل ہے۔ اس میں نضح کی تعریف، اقسام اور اس سے متعلق احکام و قوانین درج ہیں۔ نضح، مرض کے کس زمانہ میں ہوتا ہے؟ نضح سے کن چیزوں کی طرف رہنمائی ملتی ہے؟ کن علامات کے ذریعہ نضح کا پتہ چلتا ہے؟ عدم نضح کی علامات کیا ہیں؟ ان تمام امور سے بحث کی گئی ہے۔ سوء مزاج سادہ اور سوء مزاج مادی دونوں میں نضح کی صورتوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

سترہویں جلد:

اس جلد میں نبض کا مفصل بیان ہے۔ اجناس نبض کا تذکرہ کرتے ہوئے مختلف نبضوں کے اسباب اور مختلف امراض کی مخصوص نبضوں کو

بیان کیا گیا ہے۔ نبض دیکھنے کے آداب اور صحیح طریقے کا ذکر کیا گیا ہے۔ مخصوص نبض اور تنفس کے باہمی تعلق کو واضح کیا گیا ہے۔ ناہمین کے احوال سے بحث کرتے ہوئے ان کی تدابیر کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے نیز ناہمین کے لیے مفید اور مضر اشیاء کی نشان دہی کی گئی ہے۔ اس کے بعد بحرآن کا تفصیلی بیان شروع ہوتا ہے، جو اٹھارہویں جلد کو بھی محیط ہے۔

اٹھارہویں جلد:

سترہویں جلد کے آخر اور اٹھارہویں جلد میں بحرآن کی بحث ہے۔ بحرآن کی تعریف، اس کی جملہ اقسام اور اس کی ضرورت و اہمیت کو بیان کیا گیا ہے۔ علامات، بحرآن، ایام، بحرآن نیز وقوع بحرآن سے متعلق تفصیلی معلومات فراہم کرتے ہوئے بحرآن سے قبل، دوران بحرآن اور مابعد بحرآن کی تدابیر بیان کی گئی ہیں۔ انیسویں جلد:

یہ جلد بول اور اس کے احوال کے لیے مخصوص ہے۔ اس میں بول کی پیدائش، اجزائے بول اور ادلہ بول سے بحث کی گئی ہے۔ امتحان بول کے طریقوں کا ذکر کرتے ہوئے حالتِ صحت کے قارورے کی تفصیل، مختلف امراض کے اندر بول میں واقع ہونے والے تغیرات، بول محمود کی خصوصیات اور بول میں نضج یا عدم نضج کی علامات کو بیان کیا گیا ہے۔ تیسویں جلد:

یہ جلد اول و دوم، دو حصوں پر مشتمل ہے۔ حصہ اول میں کلیاتی مباحث موجود ہیں۔ ابتداء میں رازی نے حفظانِ صحت کے لیے ماکولات و مشروبات کے قوانین بیان کیے ہیں۔ مختلف عمروں اور مختلف مزاجوں میں کس طرح کی غذاؤں کا استعمال مناسب ہوتا ہے؟ بہترین غذاؤں کے خواص کیا ہیں؟ اخلاط کی پیدائش کے حوالہ سے عمدہ اور خراب غذائیں کون سی ہیں؟ ان تمام امور سے بحث کی ہے۔ پھر بھوک و پیاس کی مضرتوں اور منافع کا ذکر کرتے ہوئے مضرتوں کو دور کرنے کے طریقے تحریر کیے ہیں۔ صحت کی بقا کے لیے ماکولات و مشروبات کی کیمیت، کیفیت اور ترتیب کا تعین کیا ہے۔ نوم و یقظہ کے خواص و اثرات کا ذکر کرتے ہوئے ان میں کمی و زیادتی کے اثرات کو بھی بیان کیا ہے۔ مختلف صورتوں میں نیند لانے یا روکنے کے طریقوں کا ذکر کیا ہے۔ حرکت و سکون بدنی کے ضمن میں تکان، انگڑائی، جمائی اور تکرر وغیرہ سے بحث کی گئی ہے۔ آخر میں مرض کے ازالہ میں طبیعت کے کردار کو واضح کیا گیا ہے۔

اختتامیہ:

طب کے کلیاتی مباحث اور الحادوی کے مندرجات کے حوالہ سے اب تک کی بحث سے واضح ہوتا ہے کہ رازی ایک بلند پایہ معالج ہونے کے ساتھ ساتھ مبادیاتِ طب پر گہری نظر رکھنے والا طبیب تھا۔ طب کے جزء و عملی میں اس کی بے مثال مہارت کا اعتراف تو سبھی نے کیا ہے، لیکن بعض ماہرین نے جزءِ نظری سے اس کی بے توجہی کی شکایت کی ہے۔ ہماری نظر میں اس شکایت کی اصل وجہ رازی کا منفرد اندازِ بیان ہے۔ طب کی دیگر کلاسیکی کتابوں بالخصوص 'القانون فی الطب' میں مؤلفین نے مختلف طبی مضامین کو ایک خاص ترتیب کے ساتھ بیان کیا ہے جب کہ الحادوی میں رازی نے قدرے مختلف اسلوب اختیار کیا ہے اور طب کو جزءِ نظری و جزءِ عملی میں تقسیم کر کے جزءِ نظری کے ضمن میں دقیق منطقی و فلسفیانہ بحثوں اور علمی موشگافیوں سے دامن بچاتے ہوئے طب کی اصل غرض و غایت یعنی صحت کی حفاظت اور ازالہ مرض پر توجہ مرکوز کی۔ لیکن ایسا نہیں ہے کہ رازی جیسا طبیبِ حاذق طب کے علمی و نظری پہلوؤں سے واقف نہیں تھا۔ خود الحادوی میں صحت و مرض سے وابستہ مختلف احوال کی تدابیر بیان کرتے وقت جہاں ضروری محسوس ہوا نظری معلومات کے استخراج کا مکمل اہتمام کیا۔ درحقیقت الحادوی ایسی تالیف ہے، جو طب کے کلیاتی مسائل کو مطب میں عملی طور پر برتنے کی ترغیب دیتی ہے اور یہی وصف اس کتاب کو دیگر امہاتِ الکتب سے ممتاز کرتا ہے۔

کتابیات

- عیون الانباء فی طبقات الاطباء: ابن ابی اصیبعہ [اردو ترجمہ]، سنٹرل کونسل فار ریسرچ ان یونانی میڈیسن، نئی دہلی، ۱۹۹۰ء
- تاریخ الحکماء: جمال الدین قفطی [اردو ترجمہ]، مترجم غلام جیلانی برق، انجمن ترقی اردو، دہلی، ۱۹۴۵ء
- طب العرب: ای جی براؤن [اردو ترجمہ] مترجم و شارح سید علی احمد نیر واسطی، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ۱۹۵۴ء
- کتاب الحادوی فی الطب: ابوبکر محمد بن زکریا رازی، دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدرآباد، ۱۹۵۵ء-۱۹۷۱ء
- عظمت رازی: حکیم محمد رضی الاسلام ندوی، دودھ پور علی گڑھ، ۱۹۹۵ء
- کلیات طب کے مصادر و مراجع: حکیم محمد رضی الاسلام ندوی، دودھ پور علی گڑھ، ۱۹۹۵ء



لکھنؤ مطب: تنقیدی اور تجزیاتی مطالعہ

☆ حکیم فخر عالم

کے مطب کی اس خصوصیت کا بہر کیف اعتراف کرنا ہوگا کہ یونانی طب کے معالجہ میں تمام مبادیات اور فنی لوازموں کی رعایت علاج بالمفرد ہی سے ممکن ہے۔ اس لیے کہ یونانی طب، مرض اور مریض کو ایک وسیع تناظر میں دیکھتی ہے۔ جس میں مرض اور مریض کے علاوہ دوسرے اسباب و عوامل کو بھی ملحوظ نظر رکھا جاتا ہے۔ مثلاً اسباب مرض کے حوالہ سے یونانی فلسفہ کے مطابق خلطی تبدیلیاں مرض کی پیدائش کی اصل وجہ ہیں، مگر ان تبدیلیوں کے بہت سے دوسرے محرکات بھی ہیں۔ اس میں مریض کے بدن اور اس کے مزاج کے ساتھ، موسمی تغیرات اور ماحولیات کو بڑا دخل ہے۔ لہذا معالجہ کے وقت صرف امراض اور مریض کو مرکز توجہ بنانے کے بجائے یونانی طب کے اصولوں کے مطابق مرض اور مریض کو وسیع ماحول کے تناظر میں دیکھا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یونانی طب میں معالجہ کے وقت اسباب مرض کے ساتھ، مرض اور مریض کے مزاج، درجات مرض اور موسمی حالات جیسے عوامل کو بھی پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ ان تمام کوششوں کا مقصد محفوظ اور موثر طریقہ سے دواؤں کا استعمال ہے۔ لکھنؤ مطب کی ان خوبیوں کے اعتراف کے ساتھ جب ہم ان کے مطب کا عصری تناظر میں جائزہ لیتے ہیں تو محسوس ہوتا ہے کہ اہل لکھنؤ نے جس طرح کے مطب کو برتا ہے اور جس کی تبلیغ و تشہیر کی ہے، وہ ان کا فنی اخلاص ہے، مگر ان کی اس روش سے عصری داعیوں سے انحراف اور فنی تغافل کا اظہار ہوتا ہے۔

غیر منقسم ہندوستان کی تاریخ میں کسی تخصیص کے بغیر یہاں کے تقریباً تمام علاقوں میں ایران اور سینٹرل ایشیا سے طبیبوں کی آمد کے حوالے ملتے ہیں۔ مگر دکن اور شمالی ریاستوں کی فضا مہاجر طبیبوں کو زیادہ راس آئی۔ یہی وجہ ہے کہ ان علاقوں میں یونانی طب کا بول بالا رہا۔ یہاں کے حکمرانوں کی علم دوستی، معارف پروری، فنی قدر افزائی اور سرپرستی ان علاقوں میں طب کے فروغ کی اہم وجہ بنی۔ شمالی ہندوستان میں لکھنؤ اور دہلی نے طب کے نشوونما میں اپنے مخصوص فنی تفردات اور امتیازات کے باعث ہندوستان کی طبی تاریخ میں دو مکتبہ فکر اور اسکول کے بطور جگہ بنائی ہے۔ گوکہ لکھنؤ کی طبی شہرت میں کئی خانوادوں کا حصہ ہے، مگر حکیم عبدالعزیز لکھنؤ دستاں کے نمائندہ طبیب ہیں اور لکھنؤ کے جس خانوادے کو دہلی اسکول کے نمائندہ طبی گھرانہ، خاندان شریفی کے مقابل کے طور پر پیش کیا جاتا ہے، وہ انہیں کے نام سے منسوب ہے اور لکھنؤ کی طبی شہرت میں اس خاندان کا سب سے بڑا حصہ ہے۔

لکھنؤ طبی اسکول نے مفردات پر انحصار، مرکبات سے اجتناب، سستی دواؤں، خصوصاً درجہ چہارم کی دواؤں اور کشتوں سے احتراز اور مصنوعی تراکیب سے گریز کو اپنا شعار بنایا اور اپنے مطبوں میں ان کے التزام کا اہتمام کیا نیز یونانی طب کو اس کی خالص شکل میں رکھنے کے لیے معاصر طبوں سے اختلاط کو یکسر مسترد کیا۔ اہل لکھنؤ کے اس فکری مسلک کا تذکرہ اس اسکول کے کئی واقف کاروں نے کیا ہے۔^[1] لکھنؤ

☆ ریسرچ آفیسر [یونانی طب]، ریجنل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ آف یونانی میڈیسن، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

اصل یہی سوال اس مقالہ کا محرک ہے۔ یہ سوال محض کسی ایک روش کی تقلید کا نہیں، بلکہ اس سوال سے عصری معالجاتی تقاضے اور یونانی طب کے فروغ کے امکانات وابستہ ہیں۔ گو کہ یہ ایک تلخ واقعہ ہے، مگر سچائی یہی ہے کہ یونانی طب زمانہ کی رفتار سے بہت پیچھے رہ گئی ہے۔ اس کی وجہ پر غور کرنے سے اس واقعہ کے بہت سے پہلو سامنے آتے ہیں، مثلاً اکثر یہ سمجھا جاتا ہے کہ یونانی طب کے نظریات اور طب میں تحقیق کی کمی، اس کی پسماندگی کا باعث ہیں۔ یقیناً یہ دونوں باتیں اپنی جگہ اہم ہیں اور کسی نہ کسی حد تک یہ اسباب طب کی رفتار ترقی میں مزاحم ہوئے ہیں۔ مگر یونانی طب کے کچھڑے پن کا اصل سبب روایتی دوا سازی ہے۔ اس کے برعکس ایلوپیتھی اور ہومیوپیتھی کو دوسری طبوں کے مقابلہ میں جو عوامی مقبولیت حاصل ہوئی ہے، اس میں ان کی فارمیسی کا سب سے اہم حصہ ہے۔ سترہویں اور اٹھارہویں صدی عیسوی میں ایلوپیتھی اور ہومیوپیتھی کی صورت میں صحت و مرض کے دو الگ نظریے سامنے آئے اور ان دونوں نے عوامی پذیرائی حاصل کی۔ دراصل ان دونوں طبوں نے دوا سازی کا جو ڈھانچہ بنایا تھا، وہ موثر ہونے کے ساتھ سہل الاستعمال بھی تھا، یہ خوبیاں عوام کو اس قدر پسند آئیں کہ صدیوں سے رائج علاجی طریقوں اور ان کی دواؤں پر عوام نے ایلوپیتھی اور ہومیوپیتھی کی دواؤں کو فوقیت دی۔

اگر قتی نظریے اہمیت کے حامل ہوئے تو کسی ایک طبی نظریے کا فروغ ہونا چاہیے تھا، مگر مذکورہ دونوں ہی علاجی طریقوں کی پذیرائی سے اندازہ ہوتا ہے کہ مریض کو نظریات سے سروکار کے بجائے دواؤں کی اثر پذیری اور استعمال کی سہولت سے غرض ہوتی ہے۔ یونانی دواؤں کی اثر پذیری ایک محقق امر ہے۔ صدیوں کے استعمال اور مسلسل تجربوں نے اس کی افادیت کی توثیق ہوتی ہے۔ مگر یونانی دواؤں کی مقدار خوراک، ترکیب استعمال، اشکال اور ذائقے وغیرہ ایسے مسائل ہیں، جو اس کی قبولیت کی راہ میں حائل ہیں۔ لہذا یونانی طب کے فروغ اور اس کو مقبول عام بنانے کی سمت میں دوا سازی کا شعبہ سب سے زیادہ توجہ طلب اور اصلاح کا متقاضی ہے۔ لیکن لکھنؤ کے اطباء نے مطب کا جو ڈھانچہ وضع کیا تھا، اس میں اصلاح کی باتیں تو دور، سرے سے دوا سازی کا امکان ہی مسترد ہو جاتا ہے۔ حالانکہ دوا سازی کی اہمیت اور

علاج بالمفرد یونانی طب کا مستحسن طریقہ علاج ضرور ہے، مگر حتمی ضابطہ نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یونانی معالجہ میں مرکبات کا ہر دور میں استعمال ملتا ہے اور یونانی طب کے ہر عہد میں مرکب دواؤں کو ایک اہم معالجاتی جزء کے طور پر برتا گیا ہے۔ مطب کا یہی انداز خاندان شریفی اور دٹی کے دوسرے خاندانوں میں دیکھنے کو ملتا ہے، بلکہ ہندوستان میں دوسرے طبیوں کے یہاں بھی مرکبات کے ساتھ مفرد دواؤں کے متوازی استعمال کی روایت ملتی ہے۔ مگر دٹی اور اس سلسلہ کے دوسرے طبیوں کے یہاں مرکبات کے غلبہ استعمال کی وجہ سے انہیں علاج بالمکرب کا حامی قرار دیا جاتا ہے۔ دواؤں کے محفوظ اور موثر استعمال کے لیے یونانی طبیوں نے جو ضوابط طے کیے ہیں، بلاشبہ یونانی طب کے موثر اور بے خطر ہونے میں ان اصولوں کا اہم کردار ہے اور ان اصولوں کی صد فی صد رعایت علاج بالمفرد سے ہی ممکن ہے، جو اہل لکھنؤ کے یہاں ملتی ہے۔ مگر علاج بالمفرد کو حتمی ضابطے کا درجہ نہیں دیا جا سکتا، اس لیے کہ معالجہ کے وقت بہت سے ایسے داعیے سامنے آتے ہیں، جہاں مفردات کا التزام ممکن نہیں ہوتا۔ غالباً انہیں دشواریوں کی وجہ سے مرکبات کو معالجہ کا ایک ناگزیر حصہ مانا گیا۔ خود بقراط کے عہد میں علاج بالمکرب کی روایت ملتی ہے اور جالینوس جو بقراطی نظریات کا شارح اور مبلغ ہے، اس نے مرکب دواؤں پر کتاب فی ترکیب الادویہ کے نام سے ایک قراہ دین تالیف کی، جسے اسکندرانی طبیوں نے 'کتاب قاطا جانس' اور کتاب المیامیز کے نام سے دو حصوں میں تقسیم کر دیا^[۱۷] جالینوس کی قراہ دین کے یہ دونوں حصے عربی عہد کے طبیوں کے ماخذ اور مرجع رہے ہیں۔ عربی عہد میں مرکبات کی معالجانہ اہمیتوں کا اظہار اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ ترکیب ادویہ، مرکبات میں اضافہ اور ان کی اصلاح، اشکال ادویہ میں بہتری کے لیے عربوں نے اہم کوششیں کی ہیں اور اس میدان میں عربوں کے اضافات کو اس عہد میں تالیف دی گئی کنائش اور قراہ دینوں میں دیکھا جاسکتا ہے۔

لکھنؤ اور دٹی اسکول کے مطبوں کے اس مختصر بیان کے بعد ایک سوال یہ اٹھتا ہے کہ ان دو مختلف نظریاتی دھاروں کے بیچ میں موجودہ یونانی طب کے کیا خطوط ہوں؟ اور کس اسکول کی تقلید کو موجودہ طب کا مسلک قرار دیا جائے؟ یہ سوال ہمارے غور و فکر کا متقاضی ہے اور در

خاموش نظر آتا ہے۔ 'بیاض وحیدی' کے مقدمہ میں حکیم سید ظل الرحمن نے لکھنؤ مطب کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

”قدماء کے انداز کے مطابق کسی ادویہ سے احتراز اطباء لکھنؤ کی خاص خصوصیت تھی۔ بیاض وحیدی جو مختلف امراض کے کئی سو نسخوں پر مشتمل ہے، اس میں شکرگف، پارہ، رسکپور، سکنیہا، بچھناک، ہڑتال، جھلاواں، انیون جیسی ادویہ کے استعمال کی کمی صاف طور پر دکھی جاسکتی ہے۔ اطباء لکھنؤ کی یہ خصوصیت بے حد اہم ہے کہ ان کے یہاں معدنی ادویہ پر بناتی اور حیوانی ادویہ کو ہمیشہ ترجیح دی گئی ہے۔ معدنی دوائیں جسم کے لیے زیادہ متغائر ہوتی ہیں، ان سے احتیاط بڑی دانشمندی اور قتی مطالعہ کا آئینہ دار ہے۔ معدنی ادویہ کی طرح کشتہ اور اکسیر نے لکھنؤ میں فروغ نہیں پایا اور اسے نہ صرف حذاقت، بلکہ قتی اصولوں کے منافی سمجھا گیا۔ لکھنؤ جہاں اصول فن اور قدیم طبی نظریات پر خاص زور رہا، وہاں آپورویڈک اور پھر ایلو پتی سے طب کے اختلاط کوفن کے لیے نہایت ضرر رساں قرار دیتے ہوئے مختلف میدانوں میں اس کی مخالفت کی گئی، کشتہ سازی میں اس کا نمایاں اثر موجود ہے۔“ [۵]

بیاض وحیدی کے اس طویل اقتباس میں حکیم سید ظل الرحمن نے جن چیزوں کو اہل لکھنؤ کا امتیاز قرار دیا ہے، دراصل یہ سارے پہلو طب کی نشوونما اور فروغ کے تناظر میں لکھنؤ مطب کے وہ نقائص ہیں، جن کے ازالہ کی اشد ضرورت ہے۔ اطباء قدیم کے یہاں معدنی ادویہ سے احتراز کے بجائے ان دواؤں کے استعمال کے باب میں احتیاط کا رویہ ملتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان دواؤں کو یونانی طب میں مختلف تدبیروں سے اصلاح کے بعد استعمال کی روایت ہے اور یونانی دوا سازی کی کتابوں میں دواؤں کی اصلاح و تدبیر، علم الصيدلہ کا ایک مستقل عنوان ہے۔

حکیم سید ظل الرحمن کے محولہ اقتباس کے مطابق کشتوں اور اکسیر سے اجتناب کو اہل لکھنؤ حذاقت اور قتی اصول سمجھتے ہیں۔ احتیاط کے پہلو سے اہل لکھنؤ کے اس رویہ کا جائز کہا جاسکتا ہے، لیکن ان دواؤں کا اہل لکھنؤ کے یہاں کیا متبادل ہوگا؟ اسے بھی سامنے لائے جانے کی ضرورت ہے۔ اس لیے کہ محض محتاط رویوں سے ازالہ مرض کی ضرورتیں پوری نہیں ہوتیں، بلکہ بہت سی پیچیدہ مرضی صورتوں میں سم الفار جیسی مہلک چیزوں کو عہد قدیم سے استعمال کیا گیا ہے اور ازالہ

معاصر تقاضوں کو محسوس کرتے ہوئے عربوں نے ایک ہزار سال پہلے دوا سازی میں اصلاح کا عمل شروع کر دیا تھا۔ یونانی دواؤں کے خدو خال کی بہتری کے لیے عربوں نے نہ صرف علم کیمیا سے دوا سازی کا رشتہ استوار کیا، بلکہ یونانی طبیبوں کی کوششوں سے علم کیمیا کی ایک نئی شاخ فارماسیوٹیکل کیمسٹری وجود میں آئی۔ لہذا یہ مقام حیرت ہے کہ یونانی طب میں دوا سازی اور مرکبات کی مستحکم روایت کے باوجود لکھنؤ کے طبیبوں نے صرف جزوی دوا سازی پر انحصار کیوں کیا؟ چونکہ جزوی دوا سازی میں اصلاح کا امکان نہ ہونے کے برابر ہے، لہذا اطباء لکھنؤ کا دوا سازی کے تعلق سے یہ رویہ اسلاف کی روش سے انحراف اور یونانی طب کے فروغ میں ایک بڑی رکاوٹ ثابت ہوا۔ مزید برآں لکھنؤ کا مطب جزوی دوا سازی پر منحصر ہے اور ان دواؤں کے استعمال میں جو تکلفات ہیں، اسے آج سے دو سو سال پہلے تو برتا جاسکتا تھا، مگر آج کے اس مصروف دور میں ان تکلفات کو مریض انگیز نہیں کر سکتا۔

لہذا یونانی دواؤں کے سہل الاستعمال بنانے پر خاص توجہ ہونی چاہیے، چونکہ یونانی طب میں رائج کئی دوا سازی بھی عصری دایعوں کی تکمیل کے باب میں ناکافی معلوم ہوتی ہے، لہذا یونانی طب کے اس پورے شعبہ کو عصری تقاضوں سے ہم آہنگ بنانے کی اشد ضرورت ہے۔ نباتی اور حیوانی دواؤں کے ساتھ معدنی دوائیں، یونانی ادویاتی ذخیرہ کا اہم سرمایہ ہیں اور قدیم ترین زمانہ سے یونانی طب میں اس ماخذ کی دوائیں رائج رہی ہیں۔ دیسقوریڈوس کی کتاب الحشائش [۳] اور جالینوس کی ادویہ مفردہ [۴] سے یونانی طب میں تینوں ماخذ [نباتی، حیوانی اور معدنی] کے چلن کا ثبوت ملتا ہے اور عربی اور ہندی عہد میں یہ تینوں ماخذ مطب کے معمولات میں رہے ہیں، مگر لکھنؤ کے مطب میں معدنی ماخذ کی ادویہ برائے نام نظر آتی ہیں۔ اسی طرح درجہ سوم اور چہارم کی دواؤں کے باب میں اہل لکھنؤ نے احتیاط کا جو رویہ اپنایا ہے، مصرتوں سے تحفظ کے نقطہ سے یہ ایک بہتر روش معلوم ہوتی ہے، مگر اس سے سربج تاثیر دواؤں کی کمی جو یونانی طب میں ہمیشہ محسوس کی گئی ہے، ان دواؤں کے ترک استعمال کے بعد یہ کمی شدید تر ہو جائے گی۔ اہل لکھنؤ کے مطب میں ان دواؤں کا کیا متبادل ہوگا اور وہ کس طرح ایسی ضرورتوں کا تدارک کریں گے؟ اس سوال کے جواب میں لکھنؤ کا مطب

مرض کے لیے سخت سے سخت تدابیر کو بھی برتا گیا ہے۔ اس وقت جب کہ تخدیری دوائیں اور مسکنات دستیاب نہیں تھے۔ اطباء نے ضرورت پڑنے پر اعضاء کے قطع و برید اور عمل کئی بالناہ جیسے سخت ترین اعمال کو استعمال کیا۔ اس لیے محض احتیاط کے نام پر اہم معالجاتی ضرورتوں سے صرف نظر نہیں کیا جاسکتا اور نہ اسے مستحسن اقدام کہا جاسکتا ہے۔

آٹھویں صدی ہجری میں 'بیت الحکمت' کے قیام کے بعد متعدد ویدک کتابوں کے عربی زبان میں ترجمے ہوئے، اس عہد کے طبیبوں نے ان تراجم سے استفادہ کرتے ہوئے۔ یونانی طبی ادب کو وسعت بخشی ہے۔ [۶] ابن طبری، رازی، مجوسی، مسیحی اور ابن سینا کی کتابوں میں ویدک حوالوں کی نشاندہی کی جاسکتی ہے۔ مثلاً فردوس الحکمت کے آخری حصہ میں مؤلف نے ۳۶ ابواب میں آیوروید کا تذکرہ کیا ہے۔ [۷] اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اخذ و قبول کی صلاحیت یونانی طب کا ایک اہم امتیاز ہے اور معاصر اور دوسرے علوم سے اخذ و استفادہ کے ذریعہ یونانی طب کے ذخیرہ ادویہ میں بہت سے اہم اضافے ہوئے ہیں۔ اہل لکھنؤ دوسرے طبوں سے استفادہ کو غلط کیوں سمجھتے ہیں اور اس عمل کو فن میں آمیزش سمجھ کر اخذ و قبول کا دروازہ بند کر کے فتنی اضافے کو روکنے کے درپے کیوں ہیں؟۔ ان کا یہ طرز فکر ناقابل فہم اور اسلاف کی روایتوں کے منافی ہے۔

مختلف طبقات عمر کے لوگوں میں بچوں کے صحتی مسئلوں کو زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔ دوسری عمر کے مسئلوں سے تھوڑی دیر کے لیے صرف نظر ممکن ہے، مگر بچوں کے چھوٹے سے چھوٹے مسئلہ کے لیے فوراً معالج سے رجوع کیا جاتا ہے۔ بچوں کی مخصوص معالجاتی ضرورتوں کو سامنے رکھتے ہوئے ایلوپیتھی فارمیسی نے دواؤں کو ایسی شکلوں میں پیش کیا ہے، جنہیں بچے آسانی استعمال کر سکیں۔ اس کے برعکس یونانی طب کا یہ المیہ ہے کہ اس کی فارمیسی تین ہزار سال پرانی ہونے کے باوجود بچوں کے معالجاتی سامان سے بالکل خالی ہے۔ خود عوام بھی اس بات کو محسوس کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ یونانی طب کے مطبوں میں مریض بچوں کی آمد کی شرح تقریباً نہ ہونے کے برابر ہے اور یہ یونانی ذخیرہ ادویہ کی کم مانگی ہے کہ یونانی کے ہزاروں مرکبات میں بمشکل چند ایسے مرکب ہیں، جنہیں بچوں میں استعمال کیا جاسکتا ہے۔ جب یہ

صورت حال علاج بالمرکب کے مبلغ مطبوں کی ہے تو مفردات کے نظریہ کے حاملین سے ان ضرورتوں کی تکمیل کی توقع ہی عیب ہے۔

مطب مرتعش، بیاض وحیدی اور تذکرہ خاندان عزیزی، لکھنؤ مطب کو سمجھنے کے اہم ذرائع ہیں۔ خصوصاً اول الذکر دونوں کتابیں اس باب میں بنیادی ماخذ کا درجہ رکھتی ہیں۔ ان کے مطالعہ سے اہل لکھنؤ کی نسخہ نویسی میں تغفن اور جدت طرازی کا پتہ تو چلتا ہے، لیکن بچوں کی ضرورت کا کوئی سامان یہاں نہیں نظر آتا۔ بیاض وحیدی بچوں کے نسخوں سے بالکل خالی ہے اور مطب مرتعش میں امراض اطفال کا بیان صرف ساڑھے تین صفحات پر محدود ہے۔ یہ تلخ واقعہ لکھنؤ مطب کا بہت بڑا فتنی المیہ ہے اور کم و بیش یہی صورت حال دہلی مطب کی بھی ہے۔ اس لیے یونانی فارمیسی کا شعبہ جو پہلے ہی سے تحقیق اور توجہ کا مستحق تھا، مزید توجہ طلب ہو جاتا ہے۔

طب کے ہندی عہد میں یونانی ادویاتی ذخیرہ میں جو اضافہ ہوا ہے وہ اس عہد کا ایک بڑا امتیاز ہے۔ ہندوستان میں تصنیف و تالیف کا جو کام انجام پایا ہے، اس کا بیشتر حصہ مفرد اور مرکب دواؤں سے متعلق ہے اور اس کام میں دہلی سلسلہ کے طبیبوں کا اہم کردار ہے۔ اس کے بالمقابل لکھنؤ کے طبیبوں کا تصنیف و تالیف میں کم حصہ رہا ہے، جس کی بڑی وجہ معاصر طبوں سے عدم استفادہ اور قریباً بی نظام کا فقدان ہے۔ لکھنؤ میں خاندان عزیزی، طبیبوں کا نمائندہ گھرانہ ہے۔ خود ان کے یہاں بھی تصنیف و تالیف کی روایت بہت زیادہ نہیں رہی۔ اس کی علت بیان کرتے ہوئے حکیم سید ظل الرحمن لکھتے ہیں:

”اراکین خاندان عزیزی کا مطب اور درس سے شغف و انہماک زیادہ رہا اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ گزشتہ پونے دو سو برس میں اس خاندان کے فیض سے سیکڑوں نامور اطباء پیدا ہوئے اور ان کے معالج کے ذریعہ لاکھوں انسانوں نے جام صحت نوش کیا لیکن مطب اور درس میں مصروفیت اور وقت گزرنے کی وجہ سے تصنیف و تالیف کے لیے انہیں زیادہ موقع نہیں مل سکا، اس میں غالباً لکھنؤ کے مخصوص ماحول کا بھی دخل تھا۔ دہلی کے برخلاف لکھنؤ کی خاموش فضا اور پرنسکون زندگی جہاں مسابقت اور سرگرمیاں کبھی اتنی تیز نہیں رہیں جہاں قناعت و عزلت اور گوش نشینی علماء و صوفیاء اور مشائخین سے لے کر اطباء میں اپنا اثر کرتی رہی۔“ [۸]

حکیم سید ظل الرحمن کو لکھنؤ، خصوصاً خاندان عزیز سے بے انتہا عقیدت و تعلق ہے۔ اس لیے انہوں نے لکھنؤ کے طبیوں کے ضعفِ قلم کو جس کا اصل محرک وہاں کا طرزِ مطب اور مخصوص فنی فکر ہے، ان کے بجائے لکھنؤ کے پڑسکون ماحول کو ذمہ دار مانا ہے۔ جب کہ واقعہ یہ ہے کہ علمی، تصنیفی اور تالیفی کاموں کے لیے پڑسکون ماحول زیادہ سازگار ہوتا ہے۔ اس لیے لکھنؤ میں تصنیفی اور تالیفی کاموں کی کمی کا موجب وہاں کا ماحول نہیں، بلکہ طبیوں کا فن کے باب میں مخصوص زاویہ فکر اور مطب کا انداز ہے۔

لکھنؤ کے مطبوں کا مطالعہ کرتے وقت وہاں کی نسخہ نویسی میں لکھنؤ کی معاشرت اور تہذیب کا گہرا اثر دیکھائی دیتا ہے اور یہ اثرات لکھنؤ کی زندگی کے دوسرے شعبوں، چاہے اس کا تعلق معاشرت سے ہو یا علوم و فنون سے یا لسانیات و ادبیات اور تہذیبی اقدار سے، ان سب میں لطافت اور تفنن کے نقوش نمایاں طور پر محسوس ہوتے ہیں اور یہ اثرات وہاں کے مطبوں اور نسخہ نویسی میں بھی نظر آتے ہیں، مثلاً بیاض و حیدری میں صرف صداع کے سو سے زیادہ نسخے تحریر ہیں، جو نسخوں میں تفنن کی ایک عمدہ مثال ہے۔ لکھنؤ کے مطبوں کے مطالعہ کے وقت محسوس ہوتا ہے کہ یہاں لسانیات و ادبیات کی طرح لطافت و نفاست پر زیادہ توجہ کے باعث بہت سے ضروری فنی امور اور عصری داعیے بے اعتنائی کا شکار ہو گئے۔

لکھنؤ نے جس زمانے میں ایک طبی اسکول کا مرتبہ حاصل کیا، یہ وہ زمانہ تھا جب حلقہ عوام میں مغربی طب کے اثر و رسوخ بڑھ رہے تھے۔ اس وقت ہندوستان میں یونانی اور دوسری روایتی طبیں مغرب کا ہدف بنی ہوئی تھیں، اس پر آشوب دور میں لکھنؤ اسکول نہ صرف وقت کی نزاکتوں سے بے پروا، محض کورانہ روش کو اپنا شعار بنائے رہا، بلکہ دلی اسکول کی اصلاحی کاوشوں کی انتہائی شد و مد کے ساتھ مخالفت کی اور فنی اصلاح کے عمل میں مزاحم ہوا۔ اہل لکھنؤ کے فنی اخلاص اور طب کے تحفظ و بقا کے لیے کی گئی ان کی گرانقدر خدمات کا اعتراف کرتے ہیں اور ان کی یہ بیش بہا خدمات ہندوستان کی طبی تاریخ کا ایک روشن باب ہے۔ اس مقالہ میں 'لکھنؤ مطب' کے عنوان سے لکھنؤ کے طرزِ مطب کا عصری تناظر میں جائزہ لینے کے ساتھ ارتجالاً دلی مطب کو پیش کرتے ہوئے ان دونوں اسکولوں میں رائج مطبوں کا تقابل اور موجودہ معالجاتی

تقاضوں کی روشنی میں طب کے تشنہ پہلوؤں اور اصلاح طلب گوشوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ ممکن ہے کہ نقد و تجزیہ کی اس کوشش میں انداز بیان قدرے درشت اور لہجہ کسی حد تک سخت لگے اور بعض تجزیاتی پہلو ناگوار خاطر محسوس ہوں، لیکن اکثر اصلاح کے عمل میں ذہنوں کو صدمات سے دوچار ہونا پڑتا ہے اور ان صدمات کو انگیز کیے بغیر تقلید اور روایت کے دائروں سے نہیں نکلا جاسکتا۔ لہذا فنی اصلاح کے لیے نقد و تجزیہ کی تلخیوں کو ایک لازمی دستور سمجھ انگیز کرنا ہوگا۔ اس کے بغیر اصلاح کا عمل انجام نہیں پاسکتا۔

حوالہ جات

- ۱- جہان طب، سہ ماہی، حکیم افتخار الحق تکمیلی نمبر، ص ۴۵، ۴۶
- ۲- عیون الانباء فی طبقات الاطباء، جلد اول، ص ۱۹۳
- ۳- کتاب الحشائش۔ تعارف و تجزیہ، ص ۲۸
- ۴- عیون الانباء فی طبقات الاطباء، جلد اول، ص ۱۹۰، ۱۹۱
- ۵- بیاض و حیدری، ص ۱۷، ۱۸
- ۶- بیت الحکمت کی طبی خدمات، ص ۲۲۹-۲۵۴
- ۷- طب العرب، ص ۵۸
- ۸- بیاض و حیدری، ص ۱۲، ۱۳
- ۹- ایضاً، ص ۱۵

کتابیات

- ۱- عیون الانباء فی طبقات الاطباء، جلد اول، تالیف ابن ابی اصیبعہ، اشاعت ۱۹۹۰ء [اردو ترجمہ] سی سی آر یو ایم، نئی دہلی
- ۲- بیاض و حیدری، مرتبہ حکیم سید ظل الرحمن، اشاعت دوم ۱۹۹۱ء، طبی اکاڈمی، تجارہ ہاؤس، علی گڑھ
- ۳- مطب مرتعش، مرتبہ حکیم سید ظل الرحمن، ۱۹۷۶ء، لیتھوکلر پرنٹرس، علی گڑھ
- ۴- بیت الحکمت کی طبی خدمات، تالیف حکیم وسیم احمد اعظمی، طبع دوم ۱۹۸۹ء، محبوب پریس، دیوبند
- ۵- جہان طب سہ ماہی [حکیم افتخار الحق تکمیلی نمبر] جلد ۷، شماره ۳۔ جنوری۔ مارچ ۲۰۰۶ء، سی سی آر یو ایم، نئی دہلی
- ۶- کتاب الحشائش۔ تعارف و تجزیہ۔ ڈاکٹر محمد عتیق الرحمن، اشاعت ۲۰۰۷ء شائع کردہ مرکز تحقیقات اسلامی، پٹنہ
- ۷- طب العرب، ترجمہ و تشریح حکیم سید علی احمد نیر واسطی، اشاعت ۱۹۵۴ء، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور



تدابیر دوران حمل اور طب یونانی

کتاب تدبیر الحبالی کے حوالہ سے

☆ حکیم بلال احمد
☆ حکیم محبوب السلام

خدا بخش لائبریری، پٹنہ میں موجود اس کتاب کے مخطوطہ کے حوض و حاشیہ کا سائز ۱۷۲×۱۲ سینٹی میٹر اور حوض کا سائز ۱۹×۱۰ سینٹی میٹر ہے۔ یہ مخطوطہ ۱۶۳ اوراق پر مشتمل ہے۔ اس کے ہر صفحہ پر ۱۴—۱۸ سطریں ہیں۔ مخطوطہ خط نستعلیق میں ہے۔ عنوانات سرخ روشنائی اور جلی قلم سے لکھے ہوئے ہیں۔ مخطوطہ اگرچہ کرم خوردہ ہے، لیکن اس سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ کتاب کا نام مذکور نہیں ہے اور نہ ہی سنہ کتابت کا ذکر ہے۔ گمان غالب ہے کہ اس کی کتابت اٹھارہویں صدی عیسوی میں کی گئی ہے۔^[۵] خدا بخش لائبریری، پٹنہ میں اس کا پینڈ لسٹ نمبر ۲۱۴۳ ہے۔ اس کتاب کے دو اور نسخے گوٹھے لائبریری، جرمنی اور ایشیا ٹک سوسائٹی آف بنگال میں موجود ہیں۔^[۶] مخطوطہ کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے:

”کتاب تدبیر الحبالی والاطفال و الصبيان و حفظ
صحتهم و مداواة الامراض العارضة لهم... صنعته
عبد سيدنا الوزير الاجل ابى الفرج يعقوب ابن
يوسف اطال الله بقاءه و ادام علوه و نعماه... احمد
بن محمد بن يحيى البلدى المتطبب. وهى مشتملة
على ثلثة مقالات الخ“.

مخطوطہ کے آخری صفحہ پر عبارت اس طرح درج ہے:

طب کی جن شاخوں میں یونانی اطباء نے اپنی جلیل القدر خدمات کے ذریعہ اہم اضافات کیے ہیں، ان میں سے ایک علم القبالت بھی ہے۔ عہد وسطیٰ میں لکھی جانے والی تقریباً تمام طبی کتابوں کا ایک حصہ اس علم کے لیے مخصوص رہا ہے۔ لیکن اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اس موضوع سے متعلق مستقل تصانیف، طب کی دوسری شاخوں کے تناسب میں کم یاب ہیں۔ تدابیر حوالہ کے باب میں اطباء کی قلمی کاوشوں میں سے ایک، زیر نظر مخطوطہ کتاب تدبیر الحبالی والاطفال و الصبيان، بھی ہے۔ اس کتاب کا مصنف ابوالعباس احمد بن محمد یحییٰ البلدی ہے، جس کا تعلق چوتھی صدی ہجری سے ہے۔^[۱] یہ شہر ’بلد‘ کا رہنے والا تھا اور احمد بن ابی الاثعث جیسے عظیم المرتبت طبیب کے سامنے اس نے زانوئے تلمذتہ کیا اور اسی سے فن طب کے اسرار و رموز سے متعلق آگاہی حاصل کی تھی۔^[۲،۳] اس کی تخلیقات میں صرف ایک کتاب ہے، جس کا عنوان ابن ابی اصیبعہ نے ’کتاب تدبیر الحبالی والاطفال و الصبيان و حفظ صحتهم و مداواة الامراض العارضة لهم‘ لکھا ہے۔ اس کتاب کو مصنف نے ابوالفرج یعقوب بن یوسف معروف بہ ابن کلکس کے لیے، جو دیار مصریہ میں عزیز باللہ کا وزیر تھا، تحریر کیا تھا۔^[۴]

☆ ریسرچ آفیسر [یونانی طب]، ریجنل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ آف یونانی میڈیسن، سہاہی ہاؤس، ایسٹ بورنگ کینال روڈ، پٹنہ-۱

تمت المقالة الثالثة من تدبير الحبالی و الاطفال و الصبيان و حفظ صحتهم و بتمامها تم الكتاب الحمد لله رب العالمين مسمى بمنتخب الدر الحسان من تدبير الحبالی و الاطفال و الصبيان“

کاتب نے اگرچہ صفحہ اول پر اس کا عنوان ’کتاب منتخب الدر الحسان فی تدبیر الحبالی و الاطفال و الصبيان‘ لکھا ہے، لیکن تاریخی شواہد کی روشنی میں یہ اس کتاب کا صحیح عنوان نہیں ہے۔ مصنف نے اپنی اس کتاب کو تین مقالات میں تقسیم کیا ہے اور ہر مقالہ کی تفصیلات کو مختلف ابواب کے تحت بیان کیا ہے۔

— ”المقالة الاولى فی تدبير الحبالی و الاطفال و الاجنة و مداواة ما يعرض من الاعراض و الامراض فيهم و ذکر ماينبغي ان يتقدم ذكره“
یہ مقالہ ۵۷ ابواب پر مشتمل ہے۔

— ”المقالة الثانية فی تدبير الاطفال و الصبيان و تدبيرهن و حفظ صحتهن“

یہ مقالہ ۴۸ ابواب پر مشتمل ہے۔

— ”المقالة الثالثة فی الاعراض و الاوجاع الحادثة بالاطفال و الصبيان و مداواة كل منها“
یہ مقالہ ۶۱ ابواب پر مشتمل ہے۔

کتاب کی ابتدا میں ہر مقالہ میں شامل ابواب کی فہرست پیش کی گئی ہے۔ اس کے بعد مقالہ اولیٰ کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔

دوسرے مقالہ کا آغاز ورق نمبر ۷۷-ب سے کیا گیا ہے اور یہ مقالہ ورق نمبر ۱۰۲-ب پر ختم ہوا ہے۔ جب کہ تیسرا مقالہ ورق نمبر ۱۰۲-ب سے شروع ہو کر ورق نمبر ۱۶۳-ب پر ختم ہوا ہے۔

اس مضمون میں چونکہ تدابیر دوران حمل کو ہی گفتگو کا موضوع بنایا گیا ہے، اس لیے ہم نے صرف پہلے مقالہ کے مشتملات کا تفصیلی جائزہ لیا ہے۔

باب ۱: اس بات کے بیان میں کہ اطفال و صبيان کی حفظ صحت اور علاج کے اصول دیگر لوگوں سے مختلف ہیں:

اس باب میں مصنف نے لکھا ہے کہ بچوں کی صحت کی نگہداشت اور ان کے امراض کے علاج کے لیے علاحدہ قوانین ہیں۔ علاوہ ازیں

اس باب میں قدیم اطباء و فلاسفہ کے حوالہ سے جنین، طفل اور صبی کے فرق کو واضح کیا ہے۔ جالینوس اور بقراط [کتاب الفصول] کی آراء کو خاص اہمیت دی ہے۔

باب ۲: اس امر کے بیان میں کہ بچوں کی تدابیر میں سب سے اہم یہ ہے کہ حاملہ کی بہبود کے لیے تدابیر اختیار کی جائیں:

بقراط نے حاملہ اور جنین کے رشتے کو پھل اور درخت کے رشتے سے مشابہ قرار دیا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ اگر پھل ایسے سرسبز و شاداب درخت میں لگا ہو، جس کی زمین بہتر طریقے سے تیاری کی گئی ہو اور اس درخت کی بھرپور نگہداشت کی گئی ہو تو پھل بھی عمدہ آتا ہے۔ بقراط نے اپنی کتاب ’کتاب الاجنة‘ میں لکھا ہے کہ بچہ اپنی غذاء ناف کے راستہ ماں سے حاصل کرتا ہے۔ اس لیے بہتر ہے کہ تربیت اطفال کے لیے حفظ ماتقدم کے طور پر حاملہ کی تدبیر کی جائے، اس کی صحت کی حفاظت کی جائے اور اس کے بدن سے امراض کو دور رکھا جائے۔

باب ۳: اس امر کے بیان میں کہ حاملہ کی حفظان صحت سے متعلق تدابیر اور ان کا علاج غیر حاملہ سے مختلف ہوتا ہے:

مصنف نے لکھا ہے کہ حاملہ کی تدابیر غیر حاملہ سے مختلف ہوتی ہیں تاکہ مضر اثرات سے بچے اور ماں دونوں کو محفوظ رکھا جاسکے۔ اس ذیل میں بقراط کی ’کتاب الفصول‘ سے چند ایسی مثالیں پیش کی ہیں، جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حاملہ اور غیر حاملہ کی تدابیر یکساں نہیں ہوتیں۔

باب ۴: حاملہ، اطفال اور صبيان کو دی جانے والی ادویہ و اغذیہ: ان کو جو بھی اغذیہ یا ادویہ استعمال کرائی جائیں، ان کے فوائد پر قیاس کے ساتھ ساتھ تجربہ بھی شاہد ہو، کیونکہ ان صورتوں میں حد درجہ احتیاط لازم ہوتی ہے۔

باب ۵: حمل کے لیے عمدہ ترین عورت کے اوصاف کے بیان میں:

اس باب میں مصنف نے حمل کے لیے موزوں عورت کے اوصاف کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ عورت کا مزاج معتدل ہو، رحم کا مزاج بھی معتدل ہو، دبلے پن اور فریبی میں متوسط ہو، عمر ۱۵ سے ۴۰ سال کے درمیان ہو، عقل مند ہو، چہرہ متبسم ہو، بطن کشادہ ہو، حیض وقت پر آتا ہو، احتباس کی یا مقدار حیض کی زیادتی کی شکایت نہ ہو، مستقل امراض کا شکار نہ رہتی ہو نیز اس کا رحم بھی امراض سے محفوظ ہو۔

باب ۶: بیٹے کی خواہش رکھنے والوں کے لیے مختلف تدابیر کے بیان میں:

اس باب میں مصنف نے بقراط، جالینوس اور دیگر اطباء و فلاسفہ کے اقوال نقل کیے ہیں۔ جالینوس کی کتاب 'منافع الاعضاء'، بقراط کی 'کتاب الاجنہ' اور 'کتاب الفصول' اور ارسطو طالیس کی 'کتاب الحیوان' کے حوالہ جات پیش کیے ہیں۔ اس غرض کے لیے معاون ادویہ، اغذیہ اور تدابیر کا بھی ذکر کیا ہے۔ مجرب ادویہ کے ذیل میں اریبا سیوس، دیستوریڈوس اور ساہور کا تذکرہ کیا ہے۔

باب ۷: خوبصورت اور باصلاحیت اولاد کی پیدائش کی خاطر اختیار کی جانے والی تدابیر کے بیان میں:

اس باب میں مصنف نے بقراط کے حوالہ سے آباء و اجداد سے بچوں میں آنے والی خصوصیات کا ذکر تفصیل سے کیا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ جماع کے وقت حسین و جمیل اشیاء کے خیال سے خوبصورت اولاد پیدا ہوتی ہے۔ لکھتا ہے کہ خوبصورت اولاد کے خواہش مند شخص کو چاہیے کہ اس کی بیوی حسین و جمیل ہو، نیز وہ خوبصورت مقامات میں بودوباش اختیار کرے اور اس بات کا بھی خیال رکھے کہ آس پڑوس میں رہنے والے لوگ بھی خوبصورت ہوں۔ حاملہ کے لیے سفارش کی ہے کہ وہ بھی، سیب اور اسی قسم کے دوسرے پھل استعمال کرے، کیونکہ ان پھلوں سے حسن میں اضافہ ہوتا ہے اور رنگت صاف ہوتی ہے۔

باب ۸: قبول حمل کے لیے رحم کی تدابیر کے بیان میں:

مصنف کے مطابق رحم کی تدبیر اور قبول حمل کے لیے رحم کی اعانت تین اوقات میں کرنی چاہیے۔ جماع سے قبل، دوران جماع اور جماع کے بعد۔ بقراط نے 'کتاب الاجنہ' میں لکھا ہے کہ استقرار حمل کے لیے ضروری ہے کہ جماع سے قبل رحم کے مزاج کی اصلاح کی جائے اور اسے نطفہ قبول کرنے کے لیے تیار کیا جائے۔ علاوہ ازیں مرد اور عورت کا انزال ایک ساتھ ہو اور رحم میں دونوں کی منی کا اختلاط ہو۔ جماع کے بعد کی تدبیر یہ ہے کہ حمل کی حفاظت اس وقت تک کی جائے جب تک خلقت کا عمل مکمل نہ ہو جائے نیز جنین اپنی صورت نہ اختیار کر لے۔

باب ۹: قبول نطفہ کے لیے رحم کو تیار کرنے کے بیان میں:

مصنف نے قبول نطفہ کے لیے رحم کو تیار کرنے کے لیے اولاً

عورت کے بدن کا تحقیقہ فصد اور دواؤں کے ذریعہ کرنے کی سفارش کی ہے۔ اس کے بعد رحم کا تحقیقہ کرنے کے بعد حقنہ جات، فرز جات اور بخورات کی مدد سے رحم کی تقویت کرنے کی تلقین کی ہے۔ ان تدابیر کے علاوہ بہت سے نسخہ جات تحریر کیے ہیں، جو استقرار حمل میں معاونت کرتے ہیں۔

باب ۱۰: رحم میں ثبات نطفہ کے لیے تدابیر کے بیان میں:

اس مقصد کے لیے مصنف نے بہت سی تدابیر بیان کی ہیں اور جا بجا قدماء کے حوالے پیش کیے ہیں۔ ثبات نطفہ کے لیے مصنف نے جن تدابیر کا ذکر کیا ہے ان میں سے چند کا تذکرہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ زوجین کا انزال ایک وقت میں ہو، جماع کے بعد عورت اپنے دونوں پیروں کو ایک دوسرے سے ملا لے، حرکت بالکل نہ کرے، بلکہ بہتر یہ ہے کہ سو جائے، نیند کا عرصہ جس قدر طویل ہوگا اتنا ہی بہتر ہے۔ اس کے بعد عورت جب کھڑی ہو تو زیادہ حرکت نہ کرے، نرم روی اختیار کرے، شدید غصہ اور بہت زیادہ تکان سے احتراز کرے، کیونکہ ابتداء میں رحم سے نطفہ کا اتصال کمزور ہوتا ہے۔ فم رحم کو کھولنے والی اشیاء مثلاً پودینہ اور کرفس کا استعمال نہ کرے۔ حمام کا استعمال کم سے کم کرے اور وقفہ سے تھوڑی تھوڑی غذا لے۔ جسم کے زیریں حصہ کو کم سے کم حرکت دے۔ روزمرہ کے وہ کام جن کی عادت ہو احتیاط کے ساتھ کرے۔

باب ۱۱: حمل کے استقرار و عدم استقرار پر دلالت کرنے والی علامات کے بیان میں:

مصنف نے بقراط کی 'کتاب الفصول' کے حوالہ سے ایک تدبیر کا ذکر کیا ہے۔ وہ تدبیر یہ ہے کہ بوقت خواب عورت کو ماء الحسل پلائیں۔ اگر مروڑ کی شکایت کرے تو عورت حاملہ ہے ورنہ نہیں۔ استقرار حمل کی علامات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ دم حیض کا بند ہو جانا، سینہ کی عروق کی زردی، عورت کی رنگت کا سبزی مائل ہونا، ندرین کے حجم میں اضافہ ہونا، آنکھوں کے سفید حصے کا زرد ہو جانا، چہرے پر سیاہ دھبوں اور کلف و نمش کا ظاہر ہونا، ردی، ترش، نمکین چیزوں اور مٹی کھانے کی خواہش کا پیدا ہونا، استقرار حمل کی نشانیاں ہیں۔

باب ۱۲: جنین کی تکوین کے تدریجی مراحل کے بیان میں:

اس باب میں مصنف نے مہینوں اور دنوں کی تفصیلات کے ساتھ ہر ایک عضو کی تکوین کو بیان کیا ہے نیز ہر عضو کی تکوین کے پس پردہ کار فرما عوامل کی بھی نشاندہی کی ہے۔

باب ۱۳: اس بیان میں کہ جنین کے کس عضو کی تکوین سب سے پہلے ہوتی ہے:

اس باب میں اطباء کے اختلاف کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بعض کے مطابق رحم میں سب سے پہلے قلب، بعض کے نزدیک دماغ، بعض کے خیال میں جگر اور بعض کی رائے کے مطابق فقار الظہر کی تکوین ہوتی ہے۔ اس کے بعد ہر فکر کے دلائل کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔

باب ۱۴: جنین کے مزاج کے بیان میں:

اس باب میں جالینوس کے بیان کو بالتفصیل پیش کیا ہے۔ جالینوس کے مطابق جنین کا مزاج گرم تر ہوتا ہے، لیکن حرارت کے مقابلہ میں رطوبت غالب ہوتی ہے، کیونکہ یہ مزاج تصور جنین میں آسانیاں پیدا کرتا ہے اور انفعال کو قبول کرنے کی صلاحیت اس مزاج میں زیادہ ہوتی ہے۔

باب ۱۵: تکوین جنین کے بارے میں بقراط کے خیالات کے بیان میں: اس باب میں بقراط کی کتاب الاجنہ کے تیسرے مقالہ کے حوالہ سے گفتگو کی ہے۔

باب ۱۶: اس بیان میں کہ ذکر کی تکوین انٹی کے مماثل ہوتی ہے۔

اس باب میں مصنف نے لکھا ہے کہ اگر جنین رحم کے دائیں جانب ہو تو بائیں جانب کے جنین کے مقابلہ میں اس کی تکوین جلد ہوتی ہے۔ بقراط کی کتاب الاجنہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ لڑکے کی ترکیب جلد یعنی ۳۳ دن میں اور لڑکی کی ۴۲ دن میں مکمل ہوتی ہے۔

باب ۱۷: جنین کی تکوین، صورت گری اور ولادت کے سلسلہ میں بقراط کے اقوال کے بیان میں:

بقراط کی کتاب الغذاء کے حوالہ سے مصنف نے لکھا ہے کہ لڑکے کی صورت ۳۵ دن میں بنتی ہے، حرکت ۷۰ دنوں میں شروع ہوتی ہے اور ان کی تکمیل ۱۲۰ دنوں میں ہو جاتی ہے، جبکہ اگر جنین لڑکی ہو تو صورت ۵۰ دن میں بنتی ہے، حرکت ۱۰۰ دنوں میں ہے اور مکمل

ہونے میں ۳۰۰ دن لگتے ہیں۔ ولادت ساتویں، آٹھویں، نویں یا دسویں مہینہ میں ہوتی ہے۔

باب ۱۸: جنین کی تکوین، صورت گری اور ولادت کے سلسلہ میں فولس کے اقوال کے بیان میں:

فولس کے حوالہ سے مصنف نے ساتویں، آٹھویں، نویں اور دسویں مہینے میں پیدا ہونے والے بچوں کی جنینی زندگی کے مختلف درجات کو بیان کیا ہے۔ مثلاً ساتویں مہینے میں پیدا ہونے والے بچے کے بارے میں لکھا ہے کہ چھٹے دن وہ زبد کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ آٹھویں دن دم کی، نویں دن لحم کی اور بارہویں دن اس کی ایک صورت متعین ہو جاتی ہے۔ یہ کل ملا کر ۳۵ دن ہوتے ہیں۔ ۷۰ ویں دن جنین میں حرکت ہوتی ہے اور ۲۱۰ ویں دن پیدائش ہوتی ہے۔

باب ۱۹: ولادت کے دنوں کے اختلاف کے بیان میں:

جالینوس کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ اس کے تجربے کے مطابق بچہ کی پیدائش بیشتر ۱۹۰ تا ۲۰۰ راتوں کے درمیان ہوتی ہے۔ باب ۲۰: زمانہ حمل کی مدت کے بیان میں:

مصنف کا بیان ہے کہ بچے ساتویں، آٹھویں، نویں یا دسویں مہینے میں پیدا ہوتے ہیں۔ پھر اس اختلاف کے اسباب و علل کی نشاندہی کرتے ہوئے حرکت قمر اور تاثیر شمس کا تفصیلی جائزہ لیا ہے۔

باب ۲۱: استقرار حمل کے چھ ماہ بعد کی جنینی زندگی کے احوال کے بیان میں۔

باب ۲۲: ان علامات کے بیان میں جو دوران حمل جنین کی جنس پر دلالت کرتی ہیں:

اگر حمل لڑکا ہے تو عورت کی رنگت میں نکھار آتا ہے، چلنے پھرنے میں دقت نہیں ہوتی، ہشاس بشاش رہتی ہے اور اس کی نبض متواتر، ممتلی ہوتی ہے۔ سیقالاؤس کے حوالہ سے لکھا ہے کہ اگر جنین لڑکا ہے تو رحم میں حرکت زیادہ کرتا ہے نیز حاملہ کے بال کثرت سے اُگتے ہیں، حتیٰ کہ ان مقامات پر بھی اُگ آتے ہیں، جہاں عموماً بال نہیں ہوتے۔

باب ۲۳: ان عورتوں کے قول کی صداقت کے بیان میں جن کا کہنا ہے کہ ان کے بچے گیارہویں مہینے میں پیدا ہوئے لیکن زندہ نہ رہ سکے۔

باب ۲۴: مختلف مہینوں میں پیدا ہونے والے بچوں کی زندگی اور موت کے امکانات کے بیان میں:

اس باب میں اس خیال کا اظہار کیا گیا ہے کہ ساتویں مہینے سے قبل پیدا ہونے والے بچے زندہ نہیں رہتے۔

باب ۲۵: اس بات کے بیان میں کہ جنین کی تکمیل چھ ماہ میں ہو جاتی ہے۔ مصنف کے مطابق اطباء کا اس بات پر اجماع ہے کہ جنین چھ مہینے میں مکمل ہو جاتا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ وہ بچے جو ساتویں مہینے میں یا اس کے بعد پیدا ہوتے ہیں، وہ کسی مرض کی وجہ سے تو ہلاک ہو سکتے ہیں لیکن طبعی صورتوں میں زندہ رہتے ہیں۔

باب ۲۶: ان اسباب کے بیان میں جن کے باعث جنین کی تکمیل چھ مہینے میں ہو جاتی ہے۔

باب ۲۷: ان اسباب کے بیان میں جن کی وجہ سے ساتویں مہینے کی ابتداء میں جنین کا رخ پلٹ جاتا ہے۔

باب ۲۸: ان اسباب کے بیان میں جن کی وجہ سے ساتویں، نویں اور دسویں مہینے میں پیدا ہونے والے بچے زندہ رہتے ہیں۔

باب ۲۹: ان ظاہری علامات کے بیان میں جو حاملہ سے متعلق ہیں اور جنین کی صحت یا بیماری پر دلالت کرتی ہیں۔

مصنف کا خیال ہے کہ اگر حاملہ کی صحت عمدہ ہے، وہ آسانی حرکت کر سکتی ہے، ہضم عمدہ ہے، طبعی اور نفسانی افعال قوی ہیں، مزاج معتدل ہے اور ردی اعراض کم تر ہیں تو یہ سب علامات جنین کی قوت، صحت اور سلامتی پر دلالت کرتی ہیں۔ اگر علامات ان کے برعکس ہیں تو وہ جنین کے ضعف کی دلیل ہیں۔ اسی طرح پستانوں سے دودھ کا نکلنا جنین کی کمزوری اور مرضی حالت کی دلیل ہے۔ اس باب میں مصنف نے بقراط کی 'کتاب الفصول' اور 'کتاب ابیذیمیا' کے حوالے دیے ہیں۔ بقراط نے 'کتاب ابیذیمیا' میں لکھا ہے کہ حاملہ کے پستانوں کے حجم میں زیادتی جنین کی صحت کی دلیل ہے اور حمل کے دوران پستانوں کا ڈھل جانا جنین کی خرابی کی دلیل ہے۔ اسی طرح دوران حمل خون کا آنا بچے کی کمزوری، مرضی حالت اور قلت اغتذا کی نشانیوں میں سے ایک ہے۔

باب ۳۰: ان علامات کے بیان میں جو ثبات جنین یا اسقاط پر دلالت کرتی ہیں:

بقراط نے 'کتاب الفصول' میں لکھا ہے کہ اسقاط حمل کی ایک

علامت یہ ہے کہ عورت کے دونوں پستان ڈھل جائیں۔ اگر حاملہ کے دونوں پستان سخت ہوں، ان میں درد ہو یا ورکین میں درد ہو تو اسقاط نہیں ہوتا۔ ثد بین کا ڈھل جانا اسقاط کی علامت اس لیے ہے کہ یہ قلتِ غذاء پر دلالت کرتا ہے۔ ایسی صورت میں جنین پر بھی اس قلتِ غذا کے اثرات لازمی طور پر پڑیں گے۔ چنانچہ جنین امراض کا شکار ہو جاتا ہے، کمزور ہو جاتا ہے، غذا کم ہو جاتی ہے ٹیچہ یا تو وہ مر جاتا ہے یا اس کا اسقاط ہو جاتا ہے۔

باب ۳۱: ان علامات کے بیان میں جو مختلف امراض کی صورتوں میں اسقاط پر دلالت کرتی ہیں:

مصنف نے اس باب میں بقراط کی 'کتاب الفصول' کے حوالہ سے لکھا ہے کہ اگر عورت کو اسہال کی شکایت ہو جائے تو اسقاط کا اندیشہ رہتا ہے۔ علاوہ ازیں اگر کوئی عورت معتدل ہو، لیکن بغیر کسی ظاہری سبب کے پہلے، دوسرے یا تیسرے مہینے میں اسقاط ہو جائے تو اس بات کی دلیل ہے کہ اس کے رحم میں مخاط کی موجودگی کی وجہ سے نقل پیدا ہو گیا ہے۔ بقراط نے شدید بخار اور زحیر کو بھی اسقاط کے اسباب میں شمار کیا ہے۔

باب ۳۲: ثبات جنین کے لیے تدابیر حوامل کے بیان میں:

مصنف لکھتا ہے کہ جب استقرار حمل کو ایک ہفتہ گزر جائے تو حاملہ کی غذا میں اضافہ کریں، کیونکہ اس وقت بچے کو غذا کی ضرورت ہوتی ہے، لیکن غذا اتنی ہی مقدار میں دی جائے کہ بدہضمی کا اندیشہ نہ ہو۔ غذاء ایک بار میں نہ دیں، بلکہ وقفہ وقفہ سے کئی بار میں دیں اور جس قدر غذا میں اضافہ کریں اسی لحاظ سے ریاضت و حرکت میں بھی زیادتی کا مشورہ دیں۔ ریاضت اور نکان دونوں حاملہ کے بدن میں حرارت پیدا کرتی ہیں۔ شہوت کو قوی اور فضلات بدن کو تحلیل کرتی ہیں۔ فضلات کا حاملہ کے بدن سے خارج ہوتے رہنا سب سے اہم ہے، کیونکہ جب بھی حاملہ کے بدن میں فضلات کی کثرت ہو جاتی ہے تو خراب نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ عورتیں جو دوران حمل مختلف کاموں میں مشغول رہتی ہیں، ان کے بدن ہلکے ہوتے ہیں اور حمل کی مشکلات ان میں کمتر ہوتی ہیں، ولادت آسانی سے ہو جاتی ہے

مزید برآں ان کے بچے مضبوط، بڑے اور موٹے پیدا ہوتے ہیں۔ احتیاطی تدابیر کا تذکرہ کرتے ہوئے مصنف نے لکھا ہے کہ حاملہ کو بوجھ اٹھانے، اعلباب کی زیادتی اور تیز آواز سے احتراز کرنا چاہیے۔ اگر دوران حمل بھوک بالکل زائل ہو جائے تو پیاز اور خردل تھوڑی مقدار میں دیں، کندر اور مصطکی چبانے کے لیے کہیں، بہی، انار اور ترنج کھانے کا مشورہ دیں۔ اس کے بعد مصنف نے اریبا سیوس، قرابادین ساپور، ابن سرائیون اور غاوفر سطوس کی بیان کردہ، ان دواؤں کا ذکر کیا ہے جو حمل کی حفاظت کرتی ہیں۔

باب ۳۳: مجامعت سے باز رہنے اور اس کے ضرر و نفع کے بیان میں:

مصنف نے مجامعت سے بالکل پرہیز کرنے سے منع کیا ہے، لیکن مداومت سے بھی احتراز کرنے کو کہا ہے۔ حمل کے پہلے، دوسرے نیز ساتویں، آٹھویں اور نویں مہینوں میں مجامعت سے احتراز کی سفارش کی ہے اور وجوہ بھی بیان کی ہیں۔

باب ۳۴: حاملہ کے لیے حمام کے استعمال کے بیان میں:

مصنف نے حاملہ کے لیے حمام کو مفید قرار دیا ہے، لیکن حمام کے استعمال میں اعتدال کا راستہ اختیار کرنے کا مشورہ دیا ہے۔ اس کے مطابق حمام کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس کے ذریعہ بڑی آسانی سے حاملہ کے بدن سے فضلات کا اخراج ہو جاتا ہے۔

باب ۳۵: حمل کے آٹھویں مہینہ میں حاملہ کی نگہداشت کی ضرورت کے بیان میں:

مصنف کے مطابق حاملہ کے لیے یہ مہینہ اچھا نہیں ہوتا۔ اس مہینے میں اگر اسقاط ہوتا ہے تو اکثر ان کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ مصنف نے اس کے اسباب پر بھی روشنی ڈالی ہے۔

باب ۳۶: حاملہ کے لیے عطاس سے اجتناب کے بیان میں:

مصنف لکھتا ہے کہ حاملہ کے لیے لازم ہے کہ نہ صرف حمل کے آٹھویں مہینہ میں، بلکہ تمام مہینوں میں عطاس سے بچے، کیونکہ ایسی صورت میں شدید حرکت ہوتی ہے اور اسقاط کا اندیشہ رہتا ہے۔

باب ۳۷: دوران حمل پیش آنے والے اعراض اور ان کی تدابیر کے بیان میں:

دوران حمل پیش آنے والے عوارض کے ذیل میں مصنف نے غشیان، خفقان، کثرت لعاب دہن، دردِ معدہ، بھوک کی زیادتی، ردی اشیاء کے کھانے کی خواہش، کثرت فواق اور پیروں کی سوجن کا تذکرہ کیا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ زیادہ تر عوارض، حاملہ کے بدن میں فضلات کی کثرت اور ان فضلات کے معدہ اور رحم کی طرف انصباب کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ فضلات کی کثرت کا ایک سبب یہ بیان کیا ہے کہ ہر ماہ خارج ہونے والا خون حیض بند ہو جاتا ہے اور جسم میں رک کر فضلات میں اضافہ پیدا کرتا ہے۔ مزید لکھتا ہے کہ یہ اعراض عام طور سے حمل کے دوسرے، تیسرے اور چوتھے مہینے میں ظہور پذیر ہوتے ہیں، کیونکہ ان مہینوں میں جنین کو غذا کی ضرورت کم ہوتی ہے اور جب جنین کا حجم بڑھنے لگتا ہے تو زیادہ غذا جنین کی طرف چلی جاتی ہے، نتیجہً یہ اعراض کم ہو جاتے ہیں۔

باب ۳۸: حاملہ کو ہونے والے ضعفِ معدہ اور اس کے علاج کے بیان میں۔
باب ۳۹: حاملہ کو ہونے والے بطلانِ شہوتِ طعام کے علاج کے بیان میں:

اس باب میں دواؤں کے ساتھ حرکت و ریاضت کی سفارش کی ہے اور پھلوں میں ترنج، لیموں، سیب اور بہی کے استعمال کا مشورہ دیا ہے۔
باب ۴۰: حاملہ کی ردی اشیاء کے کھانے کی خواہش کے بیان میں:
اس باب میں مصنف نے ردی اشیاء کے کھانے کی خواہش کے اسباب بیان کیے ہیں نیز علاج کا بھی تذکرہ کیا ہے۔

باب ۴۱: حاملہ کو دردِ پیش غشیان اور تقلبِ نفس کے علاج کے بیان میں:
ان کا سبب مصنف نے یہ بیان کیا ہے کہ عوارضِ ردی، لزج اور حریفِ اخلاط کے معدہ تک آنے کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ اس کا علاج یہ ہے کہ استفرغ و اسہال کی تدابیر کی جائیں، تاکہ معدہ کی جانب ان مواد کا انصباب نہ ہو اور معدہ کو بھی قوی کیا جائے، تاکہ وہ اپنی طرف آنے والے مواد کو قبول ہی نہ کرے۔

باب ۴۲: حاملہ کو پیش آنے والے عارضہ، کثرت لعاب دہن کے بیان میں:

اس کا علاج مصنف نے یہ لکھا ہے کہ ترش سرکہ کا مضمضہ کرائیں

اور اس باب میں سب سے عمدہ سکنجبین عنصلی ہے۔

باب ۴۳: اس قے کے علاج کے بیان میں جو حاملہ کو پیش آتی ہے:

اس کا بھی علاج وہی ہے جو کثرت لعاب دہن کا ہے۔

باب ۴۴: دوران حمل واقع ہونے والی ہچکیوں کے علاج کے بیان میں:

اس کا سبب معدہ کی امتلائی کیفیت کو قرار دیا ہے اور اس کے

علاج کے لیے ایسی چیزوں کے استعمال کی سفارش کی ہے، جو خلط کو

لطیف کریں اور معدہ سے اس کے انحرار میں مدد کریں۔

باب ۴۵: دوران حمل واقع ہونے والے خفقان کے علاج کے بیان میں:

خفقان کے اسباب کا ذکر کرتے ہوئے مصنف نے لکھا ہے کہ

سبب خواہ کوئی بھی ہو، علاج کے لیے تقلیل غذا، تلطیف غذا اور اصلاح

غذا کی تدابیر اختیار کریں۔ اس کے لیے چھوٹے پرندوں کے گوشت،

حصرمیہ، رمانیہ، زیرباج، کھیر، مکڑی، کدو، پالک، کاسنی، خس، ماء تمر ہندی،

ماء اجاص، شراب نیلوفر، شراب عناب، شراب اجاص، شراب خشخاش

وغیرہ استعمال کرنے کا مشورہ دیا ہے۔

باب ۴۶: اس جریان طمث کے علاج کے بیان میں جو حمل کے دوران

واقع ہوتا ہے:

مصنف کا خیال ہے کہ اگر خون صرف دو یا تین بار آئے تو کوئی

مضانقہ نہیں، لیکن اگر بار بار آئے اور اسی وقت پر آئے جس پر حمل سے

قبل آتا تھا نیز اسی مقدار میں آئے تو یہ ایک ردی علامت ہے۔ بقراط

کی کتاب الفصول کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ایسے بچے کمزور ہوتے ہیں

اور عموماً اسقاط حمل ہو جاتا ہے۔ اگر اسقاط نہ بھی ہو تو یہ بچے دبلے اور

کمزور پیدا ہوتے ہیں۔ اس کے علاج کے لیے مختلف مرکبات و مفردات

کا تذکرہ کیا ہے۔

باب ۴۷: حاملہ کے پیروں میں ہونے والے ورم کے علاج کے بیان میں:

اس کا سبب مصنف نے ضعف ہضم، قلت نضح اور حاملہ کے بدن

میں فضلات کی کثرت اور ان کی غلظت کو قرار دیا ہے۔ اس کے علاج

کے لیے مروح، تمکیم اور ضماد وغیرہ کا تذکرہ کیا ہے۔

باب ۴۸: قرب ولادت پر دلالت کرنے والی علامات:

علامات کے ذیل میں اس نے انجذاب صفاق اور انقناخ عانہ کا

ذکر کیا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ جب یہ علامات ظاہر ہوتی ہیں تو

لرزج رطوبت کا اخراج مہبل کے راستے ہونے لگتا ہے، اس کے بعد

جریان خون شروع ہو جاتا ہے جو تشفق عروق مشیمہ کی دلیل ہے۔ بولس

کے مطابق جب رحم کا منہ کھل جائے اور اس سے رطوبت کا اخراج

ہونے لگے تو حاملہ کو کرسی پر بٹھانا چاہیے۔

باب ۴۹: تسہیل ولادت سے متعلق تدابیر:

جب قرب ولادت کی علامات ظاہر ہونے لگیں تو روز آ نہ حاملہ کو

ایک بار حمام کرائیں۔ روغن کوشکم و پشت پر لگائیں، لذیذ روغن غذا کریں،

مثلاً سفید باجات دیں، شکر سے تیار کیا ہوا حلوہ کھلائیں اور روغن بادام

پینے کے لیے دیں۔ جب درد شروع ہو جائے تو حاملہ کی پشت پر

روغن خیری یا زہیق لگائیں۔ احتیاط کے ساتھ چلائیں پھر انہیں، بٹھا کر

دونوں پیروں کو پھیلا دیں پھر کچھ دیر کے لیے دونوں پیروں پر اور تھوڑی

دیر کے لیے ایک پیر پر کھڑا ہونے کو کہیں، جب درد شدید ہو جائے تو

سانس روکنے کو کہیں اگر درد زہ کی مدت طویل ہو جائے تو قوت پہنچانے

والی غذا کریں دیں۔

باب ۵۰: عسر ولادت کے اسباب:

اسباب کا تذکرہ کرتے ہوئے مصنف نے لکھا ہے کہ عسر ولادت

کے اسباب کا تعلق حاملہ، جنین، مشیمہ اور ہوا محیط سے ہو سکتا ہے۔ ماں

سے تعلق رکھنے والے اسباب میں فزہی، لحم کی زیادتی، صغر رحم، خوف اور

ورم رحم کو بیان کیا ہے۔ مولود سے متعلق اسباب میں بچے کی جسامت کا

زیادہ ہونا، بچے کے سر کا بڑا ہونا، بچے کا عجیب الخلق ہونا، بچے کا کمزور

ہونا اور حرکت پر قادر نہ ہونا شامل ہیں۔

باب ۵۱: عسر ولادت کا علاج:

اگر عسر ولادت مجاری پر ضغط جنین کی وجہ سے ہو [خواہ مجاری تنگ

ہوں یا مولود کا جٹھ بڑا ہو] تو مرخی رحم اشیاء استعمال کرائیں۔ رحم کے

اندر گرم روغن کنجد ہمراہ جو شانہ حلبہ یا جو شانہ خبازی و تخم کتاں

پہنچائیں۔ بابونہ، حلبہ، ناخونہ، تخم کتاں اور کرنب وغیرہ کے جو شانہ کا

آبز کرائیں۔ اس کے بعد مصنف نے ہر سبب کے ذیل میں اس

سے متعلق تراکیب کا تذکرہ تفصیل کے ساتھ کیا ہے۔

باب ۵۲: ولادت کے بعد احتباس مشیمہ:

اس باب میں احتباس مشیمہ کے اسباب، اس کے نتیجے میں پیش آنے والے عوارض اور مشیمہ نکالنے کی ترکیبوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اس باب میں بقراط کی کتاب الفصول کے حوالہ سے بھی بعض تدابیر بیان کی گئی ہیں۔

باب ۵۳: مخرج مشیمہ وجین اشیاء:

اس باب میں اریبا سیوس کے حوالہ سے مختلف دواؤں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

باب ۵۴: ولادت اور خروج مشیمہ کے بعد کی تدابیر:

مصنف لکھتا ہے کہ جب ولادت مکمل ہو جائے، مشیمہ خارج ہو جائے اور رحم میں کوئی بھی چیز باقی نہ رہ جائے تو عورت کے اعضاء کو ما قبل حمل کی حالت میں لوٹانے کی تدابیر کریں۔ اس کے تحت مختلف تدابیر کے ساتھ مختلف غذاؤں کا بھی ذکر کیا ہے۔

باب ۵۵: استرخاء رحم اور زلق الرحم:

اس باب میں ان امراض کے اسباب و علاج پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

باب ۵۶: ورم شدی اور افزائش شیر کی تدابیر:

اس باب میں بھی اسباب و علل کی نشاندہی کرتے ہوئے معالجات نکات پیش کیے گئے ہیں۔

باب ۵۷: حاملہ کے شکم، ثدی اور فخذین کی جلد پر پڑنے والے آثار تہمد و کودور کرنے کی تدابیر:

اس باب میں دیگر تراکیب کے ساتھ جالینوس کی کتاب فی الادویۃ السہلۃ الوجود کے حوالے بھی پیش کیے گئے ہیں۔

کتاب تدبیر الحبالی والاطفال والصبیان کے پہلے مقالہ کے تفصیلی جائزہ سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ احمد بن محمد یحییٰ البلدی کی یہ علمی کاوش، درحقیقت یونانی عہد اور ابتدائی عربی عہد کی تحقیقات کا ایک خوبصورت امتزاج ہے۔ یہ مقالہ قاری کے سامنے ایک ہی موضوع کے دو الگ رخ پیش کرتا ہے۔ فاضل مصنف نے تکوین و تصور جنین نیز جنینی زندگی کے مختلف مراحل کو بیان کرتے وقت صرف یونانی دور کے اطباء کے حوالوں پر انحصار کیا ہے۔ جبکہ حاملہ کی نگہداشت سے متعلق

تدابیر کا ذکر کرتے ہوئے یا تو بغیر کس حوالہ کے گفتگو کی ہے یا بیشتر عرب اطباء کے حوالہ جات نقل کیے ہیں۔ اس کتاب کے مقالہ اول کی اس دو رنگی سے طب یونانی کے دو مختلف ادوار کے تحقیقی رجحانات کا اندازہ ہوتا ہے۔ یونانی دور کے علمی سرمایہ میں حاملہ کی تدابیر سے متعلق مواد کی کمی اس امر کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ قبالت کے موضوع کو اس دور میں صرف ایک فن کے طور پر تسلیم کیا گیا تھا اور حاملہ کی دیکھ بھال کا سارا ذمہ ان دانیوں کے سپرد تھا، جو اپنے تجربات کو سینہ بہ سینہ منتقل کرتی رہتی تھیں۔ اس کے برعکس طب کے عربی دور میں اطباء نے اس فن کو باقاعدہ ایک علم کی حیثیت دی اور اپنی تحقیقات و تجربات اور دیگر طبوں سے حاصل شدہ مواد کی روشنی میں ایک بڑا علمی ذخیرہ یکجا کر کے تحریری شکل میں دنیا کے سامنے پیش کیا۔ طب یونانی کے دیگر طبوں کے ساتھ اختلاط کے نتیجے میں جو علمی مواد اکٹھا ہوا، اس میں کتنا حصہ عربوں کا ہے اور کس قدر مواد دیگر طبوں سے ماخوذ ہے؟ یہ بحث اپنے آپ میں ایک مستقل تحقیق کا موضوع ہے۔

حوالہ جات

- ۱- مولوی عظیم الدین احمد، خدابخش لائبریری میں ہماری خطی میراث، جلد چہارم، خدابخش اور نیشنل پبلک لائبریری، پٹنہ، ۱۹۱۰ء، ص ۲۲-۲۳
- ۲- ابن ابی اصیبعہ، عیون الانباء فی طبقات الاطباء [اردو ترجمہ]، جلد اول، سی. سی. آر. یو ایم، نئی دہلی، ۱۹۹۰ء، ص ۲۴۷
- ۳- حکیم غلام جیلانی، تاریخ الاطباء، شیخ محمد بشیر اینڈ سنز، لاہور، غیر مورخ، ص ۲۲۶
- ۴- ایضاً: ص ۲۴۷
- ۵- خدابخش لائبریری میں ہماری خطی میراث، جلد چہارم، ص ۲۳
- ۶- ایضاً: جلد چہارم، ص ۲۳



امراضِ دمویہ میں علاجِ بالتدبیر کی اہمیت — ایک جائزہ

☆ حکیم محمد فضیل

☆ طبیبہ سعدیہ نکہت

تعارف: کی طرف منسوب ہو جائے گی، جس کی طرف خون غیر معتدل ہوا ہے، مثلاً خون میں برودت و رطوبت کی کثرت ہو جائے تو اسے امراضِ بلغمی میں شمار کیا جائے گا۔^[۱]

خلطِ دم اور امراضِ دمویہ:

اطباء کے مطابق خلطِ دم حار و رطب ہے۔^[۲] مجوسی کا قول ہے کہ چونکہ منی خون سے بنتی ہے، اس لیے خون ہی تمام اخلاط کا مبداء ہے۔^[۳] اس ذیل میں ابن سینا کا بیان ہے کہ خون تمام اخلاط میں افضل ہے۔^[۴] چنانچہ حیاتِ انسانی کے لیے خون کی اہمیت واضح ہے۔ خون کی اہمیت ابن نفیس نے اس طرح بیان کی ہے کہ خون بدن کو گرم کرتا، برودت کی اذیت کو دور کرتا، احتشاء کو گرم رکھتا ہے، جس سے افعال بہتر صادر ہوتے ہیں۔^[۵] جرجانی کا قول ہے کہ خون بشرہ میں رونق پیدا کرتا ہے اور چہرہ کا رنگ سرخ کرتا ہے۔^[۶] ساتھ ہی یہ خیال کیا جاتا ہے کہ خون کے لطیف اور بخاری اجزاء سے روح کی پیدائش ہوتی ہے۔^[۷] ابن سینا کے مطابق طبعی خون وہ ہے، جس کا رنگ سرخ ہو، اس میں بد بو نہ ہو اور اس کا مزہ شیریں ہو۔^[۸] جرجانی کے مطابق طبعی خون کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ بہت نہایت سرخ اور گاڑھا پین لیے ہوتا ہے — اور دوسری قسم وہ ہے، جو سرخ اور روشن ہو اور جس میں

طب یونانی میں جہاں ایک طرف علاجِ بالدواء اور علاجِ بالغذاء کو خاص اہمیت دی گئی ہے، وہیں علاجِ بالتدبیر کی اہمیت و افادیت سے بھی انکار نہیں کیا گیا ہے، بیشتر اطباء علاجِ بالتدبیر کو دیگر تدابیر علاج کے مقابلے میں زیادہ مناسب سمجھتے تھے، کیونکہ یہ فطرت کے مطابق ہے اور جسم میں کوئی غیر معمولی تبدیلی پیدا کیے بغیر امراض کو دور کرنے میں معاون ہے۔

علاجِ بالتدبیر کی جانب اطباء کی رغبت کی ایک ممکنہ وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس طریقہ علاج میں عام طور پر ادویہ اور عملِ جراحت [علاوہ فصد و جامت بالشرط] کا زیادہ دخل نہیں ہے — اور اس اعتبار سے علاجِ بالتدبیر کا استعمال ادویہ اور جراحت کی مضرتوں سے بہت حد تک محفوظ رکھتا ہے۔

خلطی امراض میں علاجِ بالتدبیر کی اہمیت ارباب فن کے نزدیک مسلم ہے۔ بیشتر خلطی امراض میں استفراغ، جامت، حمام، دلک اور ریاضت کی افادیت کو دور جدید میں بھی تسلیم کیا گیا ہے۔ خلطی امراض کے ذیل میں امراضِ دمویہ بھی ہیں، جو خون کی کیفیت و کمیت میں عدم اعتدال کے باعث لاحق ہوتے ہیں۔ بقول ابن رشد یہ بے اعتدالی معمولی درجہ کی ہوتی ہے، کیونکہ اگر زیادہ غیر معتدل ہو تو بیماری اس خلط

☆ ایم ڈی اسکالر، شعبہ تحفظی و سماجی طب، فیکلٹی آف میڈیسن، جامعہ ہمدرد، نئی دہلی

گرمی و روانی زیادہ ہوتی ہے۔ یہ خون قلب و شراکین میں رہتا ہے۔^[۹] طبعی خون کا توام معتدل ہوتا ہے۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے غلیظ و رقیق اعضاء کا تغذیہ یکساں طور پر انجام پاتا ہے^[۱۰] اور روح کی تولید بھی ممکن ہوتی ہے۔ جگر معتدل ہو اور غذائے معتدل لی جائے نیز فصل بہار، معتدل حرکات وغیرہ طبعی خون کی پیدائش میں معاون ہیں، لہذا معتدل خون بدن کی پرورش کرتا ہے، اعضاء کو بڑھاتا ہے اور سردی و بڑھاپے میں جسم کو گرم رکھتا ہے، قوت طبعی اور قوت حیوانی کی امداد کرتا ہے۔^[۱۱]

دور جدید میں یہ بات تسلیم کی جا چکی ہے کہ خون سیال در جامد اجزاء کا آمیزہ ہے۔ خون کے سیال اجزاء میں مصل الدم اور جامد اجزاء میں مختلف قسم کے کریات شامل ہیں۔^[۱۲] جدید تحقیقات کے مطابق طبعی حالت میں جسم انسانی کا تقریباً سات فیصد حصہ [یعنی تقریباً پانچ لیٹر] خون ہوتا ہے۔^[۱۳]

خون کی اہمیت اور افادیت کے ذیل میں بیان کیا جاتا ہے کہ خون مختلف اجزاء کو بدن کے متفرق مقامات پر پہنچانے کے لیے رابطہ کا کام کرتا ہے، مثلاً نسیم، غذائی اجزاء اور ہارمون، حیاتین وغیرہ کو ان کے طبعی مقامات پر لے جاتا ہے۔ جسم میں مائیت کا توازن برقرار رکھتا ہے۔ خون کے ذریعہ ہی بیشتر فضلات ایسے مقامات پر لے جائے جاتے ہیں، جہاں ان کا استفراغ آسان ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ خون میں قوت مناعت بھی پائی جاتی ہے، جس کی وجہ سے وہ بہت سے امراض سے تحفظ فراہم کرتا ہے۔^[۱۴]

دموی امراض میں ہر مرض کی خصوصی علامتوں کے علاوہ چند ایسی علامتیں بھی بیان کی جاتی ہیں، جو ہر مریض میں کم و بیش مشاہدہ میں آتی ہیں، یعنی عمومی طور پر غلبہ دم کی وجہ سے چند عوارض لاحق ہوا کرتے ہیں، خصوصاً جسم میں اعیاء لاحق ہو، جس کی علامت اس اعیاء کے مانند ہوتی ہے جو بیرنی سبب ہوتا ہے۔ مثلاً نبض عظیم، عروق ممتئی، سر، آنکھ اور کینٹیوں میں گرانی اور حواس مکدر ہوتے ہیں۔^[۱۵] اس کے علاوہ بدن کا رنگ سرخ اور ملمس گرم اور منہ کا مزہ میٹھا ہوتا ہے۔^[۱۶] بغیر سبب کے نکان کا احساس ہوتا ہے اور جسم میں تناؤ، انگڑائی اور سر میں گرانی ہوتی ہے۔^[۱۷] معمولی اسباب سے مسوڑھوں سے خون اور نکسیر جاری

ہو جاتی ہے۔^[۱۸] اگر کوئی شخص فصد کا عادی ہوتا ہے تو مقام مفصودہ پر خارش کی شکایت ہوتی ہے۔^[۱۹] اگر جحامت کا عادی ہوتا ہے تو اس مقام پر بھی خارش محسوس ہوتی ہے۔ مریض خواب میں سرخ اشیاء دیکھتا ہے، اس کے علاوہ اگر دیگر تدابیر و حالات بھی امراض دمویہ کے موافق ہوں تو یہ بھی امراض دمویہ کی موجودگی پر دلالت کرتا ہے، مثلاً مریض کا جوان العمر ہونا، جب کہ جسم گوشت سے بھرا ہوا ہو، خصوصاً اگر مریض نے وقوع مرض سے قبل مولد خون غذائیں استعمال کی ہوں اور عیش و عشرت کا عادی ہو تو رازی کے مطابق یہ مرض دموی کی یقینی علامات ہیں۔^[۲۱]

ابن رشد نے اس ضمن میں اضافہ کیا ہے کہ ان تمام علامات کے باوجود غلبہ خون ہونا لازمی نہیں ہے، کیونکہ ان حالات میں نفس خود خون پیدا کرتا ہے۔ لہذا ان عوارض پر نظر رکھنی چاہیے، جو غلبہ خون سے پیدا ہوتے ہیں اور یہی کثرت خون کی علامات ہیں۔^[۲۲] جسم پر بھور کا ظاہر ہونا اور چہرہ پر تہج بھی کثرت دم کی علامات ہیں۔^[۲۳]

کثرت خون کے علاوہ بعض اوقات خون میں غیر طبعی تغیرات کا واقع ہونا بھی امراض کا سبب ہوتا ہے۔ طبعی خون کی کسی بھی صفت، رنگ، بو، توام یا وزن میں تغیر واقع ہو جائے تو وہ مرض کا سبب ہوتا ہے۔^[۲۴] تغیر لون کی مثال اس طرح دی جاتی ہے کہ خون میں زیادہ بلغم شامل ہو جائے، جس کی وجہ سے اس کی سرخی کم ہو جائے اور سفیدی کی طرف مائل ہو جائے یا اس میں سوداء شامل ہو جائے یا احتراق لاحق ہو جانے کی وجہ سے اس کا رنگ سیاہ ہو جائے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ خون میں تعفن لاحق ہو جائے، جس کی وجہ سے اس کی بو متغیر ہو جاتی ہے، ایسا متعفن خون طبعی خون سے زیادہ گرم ہوتا ہے۔^[۲۵] ایسی حالت میں جلد ہی فاسد خون خارج نہ کیا گیا تو حمی لاحق ہو جاتا ہے اور جسم پر اورام و ثبور لاحق ہونے لگتے ہیں اور قوت ساقط ہو جاتی ہے۔ اگر اس کے باوجود علاج میسر نہ آئے تو فاسد بخارات اور متعفن خون قلب تک پہنچ جاتے ہیں اور ہلاکت کا سبب ہوتے ہیں۔^[۲۶]

خون کے تمام غیر طبعی تغیرات میں یہ ممکن ہے کہ وہ صرف کسی ایک صورت میں متغیر ہو، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک سے زیادہ صفت متاثر ہو، مثلاً رنگ، بو، توام میں بیک وقت تبدیلی ہو جائے۔

ابن رشد کے مطابق فساد دم کی وجہ سے زیادہ تر اورام اور بخار

پیدا ہوتے ہیں۔حمیات کی ایک قسم وہ ہے جو خون کی کثرت سے پیدا ہوتی ہے، جس کی وجہ سے جسم کے مسامات بند ہو جاتے ہیں، حرارت محبوس ہو جاتی ہے اور بخار پیدا ہوتا ہے۔ بخار کی بعض اقسام ایسی بھی ہیں جو خون میں عفونت لاحق ہونے کی وجہ سے ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ ربن طبری کے مطابق فساد دم کے امراض میں جُدری، حصہ، اورام حادہ اور نقرس کی بعض اقسام عام طور سے مشاہدہ میں آتی ہیں۔^[۳۸]

امراض دمویہ میں علاج بالتدبیر کی اہمیت:

طب یونانی میں علم العلاج کے ضمن میں تین امور کا ذکر کیا جاتا ہے، علاج بالتدبیر، علاج بالدواء اور عمل بالید۔^[۳۹] ابن سینا کے مطابق اسباب ستہ ضروریہ [جس میں غذا بھی شامل ہے] میں تصرف کرنے کو علاج بالتدبیر کہتے ہیں۔^[۴۰] ابن سینا کا بیان ہے کہ سوء مزاج اور امتلاء اخلاط کے ہر مرض کا علاج بالصد، بذریعہ استفراغ اور تبدیلی کیفیت ضروریہ نہیں ہوتا، بلکہ زیادہ تر صرف علاج بالتدبیر کے چند عوامل کے ذریعہ اس کا علاج کیا جاسکتا ہے، خصوصاً سوء مزاج مادی اگر مستحکم نہ ہوا ہو تو معالجاتی و تحفظی اعتبار سے تدبیر کی بہت اہمیت ہے۔^[۴۱]

چونکہ امراض دمویہ بھی سوء مزاج مادی میں داخل ہیں، اس لیے ظاہر ہے کہ تمام خلطی امراض کی طرح ان امراض میں بھی علاج بالتدبیر کا ایک اہم مقام ہے۔ طب یونانی کی بیشتر کتابوں میں اطباء نے علاج بالدواء کے ساتھ ساتھ علاج بالتدبیر کو بھی بیان کیا ہے۔ کتابوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر امراض کا علاج مختلف تدبیر کے بغیر مکمل نہیں ہوتا، خاص طور پر امراض دمویہ میں علاج بالتدبیر کی اہمیت بہت سے مقامات پر واضح ہوتی ہے۔

مندرجہ بالا بیان سے ظاہر ہے کہ خلط دم میں دو غیر طبعی حالات واقع ہوتے ہیں۔ ایک وہ جس میں خون کی مقدار بڑھ جاتی ہے اور دوسری وہ، جس میں خون کی کیفیت میں تغیر واقع ہو جاتا ہے۔ ان تغیرات کی وجہ سے حمیات، اورام یا بخور ظاہر ہوتے ہیں۔ ان تمام امراض میں جسم سے دم کثیر کو بذریعہ فصد یا تعلیق خارج کیا جاتا ہے یا ماؤف عضو کے جانب خون کا سیلان کم کیا جاتا ہے، جس کے لیے مناسب مقامات پر حسب ضرورت حجامت، پاشویہ یا آبزین وغیرہ کیا جاتا ہے۔ ایسے امراض،

جن میں خون میں عفونت یا غیر طبعی کیفیت لاحق ہو جاتی ہے، وہاں بھی اکثر اس فاسد خون کو خارج کرنے کی ضرورت پڑتی ہے، جس کیے لیے مندرجہ بالا تدابیر اختیار کرنا لازمی ہوتا ہے، لہذا یہ ظاہر ہے کہ امراض دمویہ کے معالجہ میں علاج بالتدبیر ایک اہم جزء ہے۔

امراض دمویہ اور علاج بالتدبیر:

امراض نظام اعصاب:

صداع دموی: صاحب اکسیر نے ابن عباس کے حوالہ سے لکھا گیا ہے کہ اگر صداع کا مادہ دموی ہو، تو تین قوی ہوں اور شباب ہو تو فصد کرنا مناسب ہوتا ہے۔^[۴۲] ابن ہبل بغدادی کی رائے ہے کہ اس مرض سے پہلے قیفال کی فصد کریں۔ اگر یہ ناکافی ہو تو شرائط فصد کا لحاظ کر کے صافن کی فصد کریں اور اس سے بھی افاقہ نہ ہو تو پنڈلی اور گردہ پر حجامت کریں۔ اس کے علاوہ پشت کے بالائی حصہ پر حجامت کرنا بھی مفید ہے۔ پاشویہ کرنا بھی اس مرض میں مفید ہے۔

نسخہ بتکمید:

آرد جو، گل عظمی، بابونہ، سیوس گندم، صندل سفید، گل سرخ، بنفشہ — تمام ادویہ ہم وزن لے کر سب کو کوٹ چھان کر سرکہ انگوری، گلاب، آب برگ ریحان اور روغن گل ملا کر کپڑے میں باندھ کر پوٹی بنائیں اور گرم کر کے سر پر تکمید کریں۔ طبری کا بیان ہے کہ ساقین کی فصد کے بعد اکثر اس مرض میں افاقہ ہوتا ہے۔

سرسام دموی: اس مرض کی ابتداء میں قیفال کی فصد کریں، ضرورت اور قوت کے اعتبار سے خون خارج کریں۔^[۴۳] اس کے علاوہ مواد مرض کو بدن کے زیریں حصہ کی طرف مائل کرنا مفید ہے۔ اس غرض کے لیے پیروں کی مالش کریں، خصوصاً جب بخار خفیف ہو یا اتر ا ہوا ہو۔^[۴۴]

صرع دموی: اس میں صافن کی فصد کریں، پنڈلیوں پر حجامت اور تقلیل غذا کرنا مفید ہے۔^[۴۵]

سکتہ دمویہ: دونوں جانب کی قیفال کی فصد کریں اور پنڈلیوں پر حجامت کریں۔^[۴۶]

سہات: سہات اگر غلبہ دم کی وجہ سے ہو تو صافن کی فصد کریں۔^[۴۷]

امالہ مواد کے لیے پنڈلیوں پر حجامت کرائیں۔ بابونہ کے مطبوخ سے پاشویہ کریں اور سبوس گندم سے پیروں پر مالش کریں۔ [۴۰]

مانخولیا دموی: اگر خلط دم کا غلبہ ہو تو عمر، مزاج، مقام اور گزشتہ تدابیر کی رعایت کرتے ہوئے ابتداء مرض میں صافن یا قیفال کی فصد کریں اور برداشت کے مطابق خون خارج کریں، پھر مرطب غذائیں کھلائیں اور حمام کرائیں۔ اگر اس کے باوجود مرض میں تخیف نہ ہو تو دوبارہ فصد کریں اور مرطب و عمدہ غذائیں دیں، شیریں پانی سے حمام اور بدن پر مالش کریں۔ منوم تدابیر اختیار کریں۔ [۴۱]

وجع الاعصاب: اگر یہ مرض فساد خون، مثلاً ذیابیطس، آتشک، سوء التقیہ وغیرہ کی وجہ سے لاحق ہوا ہو تو ان امراض کا علاج کریں۔ عمومی طور پر عضوہ ماؤف کی تکمید کریں۔ گرم لوہے سے ماؤف مقام کو دائیں، تاکہ لزج و ہیجان پیدا ہو۔ مالش کریں۔ عصب ماؤف کو سوئی سے چھیدیں۔ برف کے استعمال سے اعصاب کی ذکاوت حس کو کم کریں۔ [۴۲]

امراض چشم:

رد دموی: پہلے باسلیق اور پھر قیفال کی فصد کریں۔

نقرہ [سر کا آخری حصہ اور گدی کے اوپر کا گڑھا] یا احدین [اگر دن کے ہر دو جانب دو پوشیدہ رگیں] پر حجامت کریں۔ قیفال سے پہلے باسلیق کی فصد اس لیے بہتر ہے۔ تاکہ اس سے مواد بدن کے زیریں حصہ کی طرف مائل ہو جائیں۔ [۴۳]

ورم طبقہ صلیبہ دموی: قیفال کی فصد کریں اور معمولی جوشاندوں کا مسہل دیں، مثلاً عناب، سپستان، آلو بخارا، نیلوفر، حطمی، کشیر خشک اور ترنجبین سے تیار شدہ جوشاندہ دیں۔ [۴۴]

امراض نظام تنفس:

ورم ریہ: ابن زہر کے مطابق ریہ میں صرف ورم دموی ہی لاحق ہوتی ہے اور کبھی کبھی صفراء کی آمیزش بھی ہو سکتی ہے۔ بلغم و سوداء اپنی غلظت کی وجہ سے ریہ میں نفوذ نہیں کرتے اور ورم ریہ کا بھی سبب نہیں ہوتے۔ اس مرض میں فصد کرنا بہت ضروری ہے، چنانچہ باسلیق کی فصد کریں اور ممکن ہو تو صافن میں بھی فصد کریں۔ غذائیں لطیف دیں۔ [۴۵]

ذات الجنب دموی: طبری کی رائے ہے کہ اس مرض میں فصد کر

نے میں جلدی کریں اور ۲-۳ بار وقفہ وقفہ کے ساتھ خون خارج کریں۔ [۴۶] رازی کے مطابق اگر ذات الجنب کے ساتھ امتلاء اور کثرت دم کی علامات پائی جائیں تو مخالف جانب کی فصد کریں [۴۷] اور اگر مرض کو چند دن گزر گئے ہوں تو درد والے حصہ پر فصد کریں۔ اس کے برعکس ابن ہبل بغدادی کی رائے ہے کہ اس مرض کی ابتداء میں ماؤف جانب کے پیر کی صافن کی فصد کریں پھر تروح تقویت کے بعد مقابل جانب کی باسلیق کی فصد کریں اور برداشت کے مطابق بتدریج اتنا خون خارج کریں کہ خون کارنگ بدل جائے یعنی گہرا سرخ و سیاہ خون خارج ہونے لگے۔ فصد کے بعد آلو بخارا، عناب، بنفشہ، خیارسنبر اور ترنجبین کے جوشاندے سے اسہال کرائیں۔ [۴۸]

نفث الدم: کبھی کبھی امتلاء دم یا خون کی حدت کی وجہ سے شفاف عروق ہونے کے باعث نفث الدم لاحق ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں قوت اجازت دے تو صافن کی فصد کریں اور کئی بار خون خارج کریں۔ مریض کو آرام کرائیں اور خاموش رہنے کی ہدایت کریں۔ [۴۹]

خناق دموی: اس مرض کی ابتداء میں ہی مریض کی قوت کا اندازہ کر کے فصد کریں۔ پھر گردن، رخسار یا تھوڑی کے نیچے اور کولہبے و پنڈلی پر حجامت کریں۔ زبان کے نیچے کی رگ کی فصد کریں اور ہاتھ پیر باندھ کر مالش کریں۔ [۵۰]

رعاف: اگر رقت خون کی وجہ سے ہو تو کھٹی و قابض غذاؤں سے خون کی اصلاح کریں۔ [۵۱]

امراض قلب:

قلب کا سوء مزاج مادی: قلب میں اگر سوء مزاج حار کے ساتھ دموی مادہ ہو تو احتیاط کے ساتھ فصد کریں اور بقدر برداشت خون خارج کریں۔ مریض کے سینہ پر صندل کافور اور عرق گلاب کالیپ کریں۔ مریض کو سرد مقام پر رکھیں اور اس کے پاس برف رکھ دیں تو بہتر ہے۔ [۵۲] اگر خون غلیظ ہو تو فصد سے پہلے گرم پانی سے حمام کرائیں۔ [۵۳]

خفقان: اگر امتلاء دم کی وجہ سے ہو تو بائیں ہاتھ کی باسلیق کی فصد کریں اور مریض کو دہی کھلائیں۔ [۵۴]

امراض نظام ہضم:

قلع: اگر دموی مادہ کی وجہ سے ہو تو رگ قیفال کی فصد کریں اور مطبوخ بلیج سے استفراغ کریں۔ بعد ازاں اگر کوئی امر مانع نہ ہو تو زبان کے نیچے والی دونوں رگوں کی فصد کریں۔ [۵۶]

ورم معدہ دموی: بدن کی قوت اور موسم کی رعایت کرتے ہوئے ماؤف جانب کی آکل کی فصد کریں اور بقدر برداشت و ضرورت خون خارج کریں۔ مریض کو ماء الشعیر اور آب انار ترش پلائیں۔ [۵۷]

سوء مزاج جگر: اگر امتلاء دموی موجود ہو تو شرائط فصد کا لحاظ کرتے ہوئے ورید باسلیق و ورید ابطنی کی فصد کریں۔ سرد پانی کے ساتھ سکنجبین پلائیں۔ [۵۸]

ورم جگر دموی: دائیں جانب کی قیفال یا باسلیق کی فصد کریں اور حسب ضرورت جگر پر ارسال علق کریں۔ [۵۹] فصد سے قبل مریض کی قوت، عمر، مزاج، موسم، عادت، اور پیشے کا لحاظ کریں۔ [۶۰]

ورم طحال دموی: فصد کی شرائط کا لحاظ کرتے ہوئے باسلیق اور پھر اسلیم کی فصد کریں۔ [۶۱] اس کے بعد درجہ ذیل مطبوخ سے اسہال لائیں۔

نسخہ: تمر ہندی صاف شدہ ۷۰ گرام، تریخین ۵۲۵ گرام، کشیز خشک ۲۵ گرام، برگ طرخشقوت، برگ عنب الثعلب، ہر ایک ۲۵ گرام، آلو بخارا، عناب، ہر ایک ۳۰ عدد، ہلیہ ۵۵، ۲۵ گرام، تخم کشوث، تخم کاسنی، ہر ایک ۲۵ گرام، ان سب کو پکا کر مطبوخ تیار کریں اور اس میں ۵۲۵ گرام فلوں خیار شبرمل چھان لیں۔ اس کی ۲-۳ خوراک لیں۔ پھر حسب ذیل طریقے سے بنا یا ہوا ماء الشعیر پلائیں۔

نسخہ ماء الشعیر:

آب کاسنی اور آب برگ عنب الثعلب حسب ضرورت نکال کر ابال لیں پھر جو مقشر کوٹ کر مذکورہ پانی ۵ گنا لے کر اس میں ڈال کر پکائیں۔ حسب ضرورت اس میں اضافہ کیا جاسکتا ہے۔ پھر صاف کر کے اس کو سکنجبین کے ساتھ پلائیں۔ [۶۲]

بقول رازی ورم طحال کی ہر قسم میں طحال پر حجامت کرنا مفید ہے۔ پھر گہرا نشتر لگائیں اور قوی دواؤں کے ذریعہ حمام میں طحال کی مالش کریں اور آخر میں طحال کی جلد اٹھا کر تین جگہ داغ دیں۔ بقول رازی یہ تدبیر موافق آجائے تو کسی چیز کی ضرورت نہیں ہوتی۔ [۶۳]

اسہال دموی: اسہال کی ایک قسم ہے، جس میں پانچانہ بدبودار تلچھٹ کی مانند ہوتا ہے۔ یہ اسہال کی نہایت ردى قسم ہے، جو خیف جسم اور گرم مزاج والوں کو لاحق ہوتی ہے، خصوصاً وہ لوگ جو گرمی میں بہت زیادہ تعب و تکان والا کام کرتے ہیں یا سخت پیاس برداشت کرتے ہیں۔ اس کے علاج کے لیے مبردات کا استعمال کرائیں۔ نہارمنہ پینے کے لیے برف کا پانی دیں اور بدن پر دلک رقیق کریں۔ دونوں ہاتھوں کو بغلوں اور پیروں کے ساتھ باندھ لیں اور اعضاء کی اور پورے جسم کی مالش کریں۔ اس سے جسم کا دوران خون برقرار رہے گا، لیکن جگر میں جانے سے رک جائے گا۔ [۶۴]

بواسیر: اگر بواسیر سے خون جاری ہو تو تعریق کی تدبیر کریں اور کھانے کے بعد قے کرائیں۔ خون کو روکنے والی غذائیں دیں، مثلاً بکری کا گوشت، سرکہ، شراب مبرد، دہی وغیرہ۔ [۶۵] دن میں کئی بار ٹھنڈے پانی سے آبز ن کرائیں اور غذا کم کر دیں۔ [۶۶]

امراض گردہ و مثانہ:

ورم گردہ: اگر ممکن ہو تو علاج فصد سے کریں۔ اس مرض میں مبردات کا استعمال نہ کرائیں، تاکہ گردوں کو سکون ملے۔ [۶۷] بغدادی کی رائے ہے کہ اس مرض میں باسلیق کی فصد کریں۔

سوء مزاج گردہ: گردہ میں سوء مزاج دموی لاحق ہو تو ایسی بارد رطب اشیاء استعمال کرائیں، جو مدہ نہ ہوں۔ سرد پانی پلائیں اور مریض کو سرد آبز ن کرائیں۔ باسلیق کی فصد کھولیں۔ [۶۹]

مثانہ کا ورم حار: یہ دموی یا صفر اوی مادہ کی وجہ سے ہوتا ہے۔

اس صورت میں باسلیق کی فصد کریں اور ابتداء مرض میں مبرد اور رادع دواؤں کا ضاد لگائیں۔ جب ابتدائی وقت گزر جائے تو بنفشہ، برگ نیلوفر اور خار خشک کے جوشاندے سے آبز ن کرائیں۔ اگر ورم میں پیپ پڑ جائے تو بابونہ، ناخونہ، السی اور میتھی کو پانی میں جوش دے کر مثانہ کے مقام پر بارنطول کریں۔

امراض نسواں:

کثرت حیض: اگر کثرت حیض کا سبب امتلاء دم ہو تو باسلیق کی فصد کریں اور پستانوں کو کس کر باندھیں۔ پستانوں کے نیچے حجامت لگائیں۔ اگر کثرت حیض خون کی رقت اور حدت کی وجہ سے ہو تو فصد نہ

کریں۔ بقیہ علاج اسی طرح سے کریں۔ [۷۱]

احتباس طمٹ: کبھی کبھی غلظتِ خون کی وجہ سے احتباسِ طمٹ کی شکایت ہو جاتی ہے، ایسی صورت میں خوشبودار دواؤں سے تکمید کریں۔ مثلاً سنبل الطیب، دارچینی، تاج، حب بلساں، عمود بلساں، جائفل، الائچی وغیرہ۔ حیض کے مقررہ ایام سے پہلے صافن کی فصد کریں اور پنڈلیوں پر مقامِ فصد کے قریب حجامت کریں۔ [۷۲]

ورم رحم و قروح رحم: اگر دواؤں سے افاقہ نہ ہو تو کاوی دوائیں رحم میں ڈالیں، حتیٰ کہ رحم صاف ہو جائے، پھر مریضہ کو حمام کی ہدایت دیں۔ [۷۳]

اختناق الرحم: اگر احتباسِ طمٹ کی وجہ سے ہو تو مریضہ کو مدر طمٹ ادویہ استعمال کرائیں۔ پاؤں پر حجامت کریں اور فصد کریں۔ [۷۴]

امراضِ مفصل:

وجع المفاصل دموی: عمر، مقام اور موسم کا لحاظ کر کے ماؤف جانب کی باسلیق کی فصد کریں پھر تیریدیں اور مدر شیرے پلائیں۔ [۷۵]

وجع المفاصل کی تمام اقسام میں مریض کے آرام کی تدبیر کریں اور چلنے پھرنے کی اجازت نہ دیں، جب تک کہ تمام بدن اور ہاتھ پیروں پر تیل کی مالش نہ کر دیں۔ [۷۶]

حمیات:

فسادِ دم کی وجہ سے لاحق ہونے والے حمیات کو حمی مطبقہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ان بخاروں کا سبب خون کی زیادتی اور اس میں غلیان کا لاحق ہو جانا ہوتا ہے۔ [۷۷]

ان بخاروں کی دو اقسام ہیں۔

۱- وہ جن میں خون متعفن ہو جاتا ہے۔

۲- وہ جن میں تعفن لاحق نہیں ہوتا۔

چنانچہ اگر تعفن لاحق نہ ہو تو فصد کریں اور اتنی مقدار میں خون خارج کریں کہ غشی طاری ہو جائے۔ [۷۸] فصد سے پہلے تخمہ کے بارے میں معلومات حاصل کر لیں اور جب تک کھانا اچھی طرح ہضم نہ ہو، تب تک فصد نہ کریں۔ [۷۹] اگر کثرتِ خون کی علامات موجود ہوں تو فصدِ ضروری ہے۔ [۸۰]

عقونوت کی علامات موجود ہوں تو غشی کی حد تک فصد نہ کریں، کیونکہ عقونوت ۴-۷ دن بعد ختم ہوگی۔ اس لیے مریض میں اتنی قوت

باقی رہنے دیں کہ مرض کا مقابلہ کر سکے۔ [۸۱]

مریض کو تیز ٹھنڈا پانی پلائیں، تاکہ سوء مزاج زائل ہو جائے اور طبیعتِ خلط کے انضاج کا کام کر سکے۔ [۸۲] نفع کے بعد حمام کرائیں تاکہ لطیف فضلات کا اخراج ہو سکے۔ [۸۳] مادے کے اخراج کے لیے مدر بول و ملین ادویہ استعمال کرائیں۔ [۸۴] اگر آب و ہوا گرم ہو تو مریض کو سرد جگہ پر منتقل کر دیں۔ [۸۵]

امراضِ جلد:

تقشر جلد: خلط دم میں حدت کی وجہ سے اکثر جلد میں تقشر لاحق ہونے لگتا ہے۔ اس مرض کو عرف عام میں 'کالی چیچک' کے نام سے منسوب کیا جاتا ہے۔ [۹۰]

جدری کی تمام اقسام میں دانے نکلنے سے قبل فصد کریں۔ اگر مریض کمسن ہو اور فصد ممکن نہ ہو تو حجامت کرائیں۔

اگر فصد نہیں کی گئی اور دانے نکل آئے تو گرم کپڑے مریض کو اڑھائیں تاکہ پسینہ جاری ہو جائے اور جلد نرم ہو کر فضلات کے اخراج میں معاون ہو۔ [۹۱]

خارش: خارش کی ایک قسم وہ ہے، جو احتراقِ دموی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ اس مرض کی ابتداء میں استفراغ نہ کریں، بلکہ اصلاحِ غذا کریں۔ بکری کے سچے کی گردن، بیڑ اور چوزوں کے گوشت کا شوربہ استعمال کرائیں۔ اگر یہ غذائیں دسترس میں نہ ہوں تو ماش کی دال، پاک، کدو، خرفہ یا چولائی کے شوربہ جات استعمال کرائیں۔ آبز ن کرا کر پسینہ خارج کریں، پھر حمام کرائیں۔ اس کے بعد اکھل کی فصد کر کے بقدر برداشت خون خارج کریں۔

درج ذیل طلاء استعمال کرائیں۔

نسخہ طلاء:

تراب الزنبق [ایک جز]، اقلیمافضہ ایک جز، نوشادر چوتھائی جز، کندش نصف جز، برگ کبیر نصف جز، ان تمام ادویہ کو اچھی طرح پیس لیا جائے پھر میعہ سائلہ ایک جز، روغن گل خالص ۱۰ اجزاء، لے کر اس کے اندر مذکورہ ادویہ کو گوندھ لیا جائے۔ اگر زیادہ تر طیب درکار ہو تو اس میں کسی قدر سرکہ کہنہ ملائیں۔

بہتر ہے کہ دوا کے دو حصے کر لیں۔ ایک حصہ میں سرکہ ملائیں اور دوسرے کو بغیر سرکہ کے رہنے دیں، پھر متواتر ۱۲ دن تک مریض کے

بدن پر مالش کریں۔ ایک دن اُس دوا سے مالش کریں، جس میں سرکہ ملا ہوا ہو اور دوسرے دن اُس سے، جس میں سرکہ نہیں ہے۔ پانچویں دن حمام میں داخل کر کے پسینہ نکلنے سے پہلے نخالہ اور اشنان سے مریض کے جسم کی مالش کریں۔ پسینہ نکلنے کے بعد کافی مقدار میں گرم پانی سے نہلا کر بدن پر اشنان اور خرپڑہ کوٹ کر مالش کریں۔ [۹۲]

داد دموی: دموی داد فصد، استفرغ اور غسال اشیاء مثلاً خرپڑہ، اشنان، آرد باقلہ، آرد نخود فارسی وغیرہ کے طلاء سے زائل ہو جاتی ہے۔ ان اشیاء سے کئی دفعہ حمام کرتے ہوئے دھوئیں اور مندرجہ ذیل طلاء کریں۔
نسخہ طلاء:

صمغ عربی، صمغ فارسی، کتیرا، هموزن، اشق نصف جز لے کر سرکہ میں بھگوئیں حتیٰ کہ حل ہو جائے، پھر داد کے مقام پر کئی بار گرٹیں۔ اس سے مرض زائل ہو جائے گا۔ شروع میں روغن گندم لگانے سے بھی افاقہ ہوتا ہے اور سرکہ میں بھگو کر مازو لگانے سے بھی فائدہ ہوتا ہے۔ اس سے مرض پھیلنے نہیں پاتا۔

اگر فصد و استفرغ اور طلاء کے بعد بھی مرض کے ازالہ میں دشواری محسوس ہو تو اس پر جو نگ لگائیں۔ اس سے مرض جڑ سے ختم ہو جائے گا۔ [۹۳]

ماشرا [چہرے کا سرخبادہ]: مریض کی قوت کے ساتھ دے تو دونوں ہاتھوں اور صاف نامی رگوں کی فصد کھولیں۔ دونوں پنڈلیوں پر حجامت کرائیں اور آلو بخارا، تمر ہندی جیسے ملیّنات دیں۔

اس مرض میں بعض اوقات مخزین اور زبان کے نیچے کی فصد بھی کھولنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر مریض توانا ہو تو ان تمام اعضاء کی فصد کھولیں۔ [۹۴]

جدام دموی: مریض کی قوت اور موسم کے اعتبار سے باسلیق کی دونوں رگوں کی فصد کریں۔ ناگ کی دم اور سرکاٹ کر پیٹ کی آلائش نکال دیں اور اس میں شبت کبر اور نخود سیاہ ڈال کر پکائیں اور بطور سفید باجہ استعمال کرائیں۔ بعد ازاں دونوں بغلوں کی فصد کریں۔ فریہ مرغی کا شور بہ پلائیں، پھر دوا جین کی فصد کھولنے کے بعد مرغی کے چوزے،

بیڑ اور نیمبرشت انڈے کی زردی کھلائیں، پھر نبیذ سفید اور خالص کہنہ شراب پلائیں۔ پیشانی اور دونوں آنکھوں کے کناروں کی اور زبان کے نیچے والی دونوں رگوں کی فصد کھولیں، یہاں تک کہ شدید کمزوری پیدا ہو جائے۔

دیگر علاج: تریاق کبیر ۱۲ گرام کو شراب کہنہ میں گرم کر لیں۔ مریض کو حمام میں داخل کریں، یہاں تک کہ خوب فراوانی سے پسینہ بہنے لگے، پھر اس تریاق کی مالش کریں۔ یہ علاج بہت نفع بخش ہے، بشرطیکہ مرض مستحکم نہ ہو۔ اگر مرض مستحکم ہو جائے اور اعضاء کی حس جاتی رہے تو پھر علاج سے افاقہ نہیں ہوتا۔ [۹۵]

حکیم سیار کا تجربہ ہے کہ اگر کسی مجذوم کی چمکی رگ پھٹ جائے اور زیادہ خون بہہ جائے یا بکثرت نکمیر جاری ہو جائے یا دانتوں کی جڑ سے خون نکلنے لگے تو ایسا مریض بلاشبہ تندرست ہو جائے گا۔ [۹۶]

حاصل کلام:

مندرجہ بالا امراض دمویہ میں مستعمل تدابیر کے بیان کے بعد یہ واضح ہو جاتا ہے کہ علاج بالتدبیر خلطی امراض کے لیے نہ صرف علاج شافی ہے، بلکہ یہ امراض کی مدت اور شدت، دونوں کو خفیف کرنے میں بھی معاون ہے۔

قدیم طبیبی کتب کے مطالعہ سے امر واضح ہو جاتا ہے کہ سر سے پاؤں تک کے تقریباً تمام امراض میں علاج بالتدبیر کی افادیت مسلم ہے۔ طب یونانی میں تحفظی تدابیر کے طور پر بھی ان امور کا ذکر کیا گیا ہے۔ گویا یہ اس حقیقت کا عکاس ہے کہ طب میں ابتداء سے ہی غیر فطری طریقہ ہائے علاج سے اجتناب برتنے کو بہتر سمجھا گیا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ فی زمانہ لوگوں کا رجحان تیزی سے فطری طریقہ علاج کی جانب بڑھ رہا ہے۔ جس کی ایک بڑی وجہ ہے ادویہ و جراحات کے مختلف مضراثرات کا ظہور۔ لہذا یہ وقت کی ضرورت ہے کہ طب یونانی کے ان طریق علاج کو جدید دور میں عام کیا جائے، تاکہ ان سے بھرپور استفادہ کیا جاسکے۔ یہی ان اطباء کو اصل خراج تحسین ہوگا، جن کی گرانقدر خدمات نے طب کو عظمت دوام عطا کی۔

- ۳۹- ایضاً: ص ۱۴۲
- ۴۰- کتاب المختارات فی الطب: ج ۳، ص ۲۹
- ۴۱- الاکسیر: ج ۱، ص ۱۹۴
- ۴۲- کتاب المختارات فی الطب: ج ۳، ص ۳۶-۳۷
- ۴۳- شرح الاسباب والعلامات: ج ۱، ص ۲۱۷
- ۴۴- کتاب المختارات فی الطب: ج ۳، ص ۸۴
- ۴۵- شرح الاسباب والعلامات: ج ۱، ص ۲۳۱
- ۴۶- کتاب التیسیر: ص ۹۹
- ۴۷- معالجات بقراطیہ: ج ۱، ص ۴۱۸-۴۱۹
- ۴۸- کتاب المنصوری: ص ۳۵۲
- ۴۹- کتاب المختارات فی الطب: ج ۳، ص ۱۷۲
- ۵۰- ایضاً: ص ۱۶۶-۱۶۷
- ۵۱- ایضاً: ص ۱۵۴
- ۵۲- ایضاً: ص ۱۳۲
- ۵۳- ایضاً: ص ۱۸۰
- ۵۴- کتاب الحاوی: ج ۶، ص ۳۳
- ۵۵- شرح الاسباب والعلامات: ج ۱، ص ۴۹۱
- ۵۶- معالجات بقراطیہ: ج ۳، ص ۶۹
- ۵۷- کتاب المختارات فی الطب: ج ۳، ص ۲۳۲
- ۵۸- ایضاً: ص ۲۷۰
- ۵۹- الاکسیر: ج ۲، ص ۸۵۲
- ۶۰- معالجات بقراطیہ: ج ۳، ص ۲۹۲-۲۹۳
- ۶۱- الاکسیر: ج ۲، ص ۹۳۸
- ۶۲- معالجات بقراطیہ: ج ۳، ص ۳۴۴-۳۴۵
- ۶۳- کتاب الحاوی: ج ۷، ص ۲۴۵
- ۶۴- کتاب الحاوی: ج ۸، ص ۴۸-۴۹
- ۶۵- کتاب الحاوی: ج ۹، ص ۵۰
- ۶۶- ایضاً: ج ۹، ص ۱۸
- ۶۷- کتاب الحاوی: ج ۱۰، ص ۴۰
- ۶۸- کتاب المختارات فی الطب: ج ۳، ص ۳۱۳-۳۱۴
- ۶۹- الاکسیر: ج ۲، ص ۱۱۶۳-۱۱۶۴
- ۷۰- کتاب المختارات فی الطب: ج ۳، ص ۳۲۸-۳۲۹
- ۷۱- شرح الاسباب والعلامات: ج ۲، ص ۱۶۲
- ۷۲- ایضاً: ج ۵، ص ۱۷۵
- ۷۳- کتاب الحاوی: ج ۹، ص ۱۶
- ۷۴- کتاب المنصوری: ص ۳۸۹
- ۷۵- الاکسیر: ج ۲، ص ۱۴۳۴
- ۷۶- شرح الاسباب والعلامات: ج ۳، ص ۲۱۹
- ۱- کتاب کلیات: ص ۹۰-۹۱
- ۲- کتاب المختارات فی الطب: ج ۱، ص ۲۷
- ۳- کامل الصناعہ: ج ۱، ص ۶۱
- ۴- القانون فی الطب: ج ۱، ص ۲۴
- ۵- کلیات نفیسی: ص ۶۰
- ۶- ذخیرہ خوارزم شاہی: ص ۲۵
- ۷- کلیات نفیسی: ص ۶۰
- ۸- القانون فی الطب: ج ۱، ص ۲۴
- ۹- ذخیرہ خوارزم شاہی: ج ۱، ص ۲۴-۲۵
- ۱۰- کلیات نفیسی: ص ۶۲
- ۱۱- ذخیرہ خوارزم شاہی: ج ۱، ص ۲۵
12. Human Physiology :vol.1.,pp123-122
13. Textbook of Physiology For Homeopathic Students:p.71
14. HUMAN Physiology : Vol.1., p.p.123-122
- ۱۵- کتاب کلیات: ص ۱۵۸
- ۱۶- کتاب المنصوری: ص ۷۴
- ۱۷- ذخیرہ خوارزم شاہی: ج ۱، ص ۲۵
- ۱۸- کتاب المنصوری: ص ۷۴
- ۱۹- کتاب کلیات: ص ۱۵۸
- ۲۰- ذخیرہ خوارزم شاہی: ج ۱، ص ۲۵
- ۲۱- کتاب المنصوری: ص ۷۵
- ۲۲- کتاب کلیات: ص ۱۵۸-۱۵۹
- ۲۳- ذخیرہ خوارزم شاہی: ج ۱، ص ۲۵
- ۲۴- کلیات نفیسی: ص ۶۲
- ۲۵- کتاب المختارات فی الطب: ج ۱، ص ۲۷
- ۲۶- ذخیرہ خوارزم شاہی: ج ۳، ص ۱۹۵
- ۲۷- کلیات نفیسی: ص ۶۲
- ۲۸- فردوس الحکمت: ص ۱۲۴
29. Tareeqe [Diaphoresis]: A Unique Approach to Treatment in Tibb-e-Unani. pp.32-27
- ۳۰- القانون فی الطب: ج ۱، ص ۲۴۲
- ۳۱- ایضاً: ص ۲۳۷
- ۳۲- الاکسیر: ج ۱، ص ۸۷
- ۳۳- کتاب المختارات فی الطب: ج ۳، ص ۱۰
- ۳۴- الاکسیر: ج ۱، ص ۸۶
- ۳۵- معالجات بقراطیہ: ج ۱، ص ۲۲۱-۲۲۳
- ۳۶- کتاب المختارات فی الطب: ج ۳، ص ۲۲-۲۳
- ۳۷- الاکسیر: ج ۱، ص ۱۶۳
- ۳۸- شرح الاسباب والعلامات: ج ۱، ص ۱۳۳

- ۹- رازی، ابوبکر محمد بن زکریا: الحاوی فی الطب [اردو ترجمہ]، ساتواں حصہ، ۲۰۰۰ء، سی سی آر یو ایم، نئی دہلی
- ۱۰- رازی، ابوبکر محمد بن زکریا: الحاوی فی الطب [اردو ترجمہ]، آٹھواں حصہ، ۲۰۰۰ء، سی سی آر یو ایم، نئی دہلی
- ۱۱- رازی، ابوبکر محمد بن زکریا: الحاوی فی الطب [اردو ترجمہ]، نواں حصہ، ۲۰۰۱ء، سی سی آر یو ایم، نئی دہلی
- ۱۲- رازی، ابوبکر محمد بن زکریا: الحاوی فی الطب [اردو ترجمہ]، دسواں حصہ، ۲۰۰۲ء، سی سی آر یو ایم، نئی دہلی
- ۱۳- رازی، ابوبکر محمد بن زکریا: الحاوی فی الطب [اردو ترجمہ]، پندرہواں حصہ، ۲۰۰۸ء، سی سی آر یو ایم، نئی دہلی
- ۱۴- زہرہ ابن: کتاب التیسیر فی المداوۃ والتدبیر [اردو ترجمہ]، باراول، ۱۹۸۶ء، سی سی آر یو ایم، نئی دہلی
- ۱۵- سمرقندی، نجیب الدین/کبیر الدین، حکیم محمد: اردو ترجمہ و شرح الاسباب والعلامات [جلد دوم]، غیر مورخ، حکمت بک ڈپو۔
- ۱۶- سمرقندی، نجیب الدین/کبیر الدین، حکیم محمد: اردو ترجمہ و شرح الاسباب والعلامات [جلد دوم]، غیر مورخ، حکمت بک ڈپو
- ۱۷- سینا، ابن/کتوری، حکیم غلام حسین: القانون فی الطب [جلد اول]، اردو ترجمہ، ۱۹۹۲ء، بک پرنٹرز، لاہور۔
- ۱۸- طبری، ربیع/سبغی، حکیم محمد اول شاہ: فردوس الحکمت فی الطب [اردو ترجمہ]، حصہ اول و دوم، ۱۴۱۷ھ، شیخ محمد بشیر اینڈ سنز
- ۱۹- طبری، احمد بن محمد: المعالجات البقراطیہ [جلد اول]، اردو ترجمہ، ۱۹۹۵ء، سی سی آر یو ایم، نئی دہلی
- ۲۰- طبری، احمد بن محمد: المعالجات البقراطیہ [جلد دوم]، اردو ترجمہ، ۱۹۹۷ء، سی سی آر یو ایم، نئی دہلی
- ۲۱- طبری، احمد بن محمد: المعالجات البقراطیہ [جلد سوم]، اردو ترجمہ، ۱۹۹۷ء، سی سی آر یو ایم، نئی دہلی
- ۲۲- مجوسی، علی ابن عباس/کتوری، حکیم غلام حسین: کامل الصناعۃ [جلد اول]، اردو ترجمہ، ۱۸۸۹ء، منشی نول کشور، نئی دہلی
- ۲۳- نفیس، برہان الدین/کبیر الدین، حکیم محمد: کلیات نفیسی [اردو ترجمہ و شرح]، حصہ اول و دوم، [غیر مورخ]، ادارہ کتاب الشفاء، نئی دہلی
24. Chaterjee. C.C "Human Physiology" Vol 1, 1997, Medical Allied Agency.
25. Fazil M. Nikhat S.Akram M.Anjum A. Ahmad M. Tareeqiu [Diaphoresis]: A Unique Approach to treatment in Tibb-e-Unani, Indian Journal of Unani medicine , vol-2, Issue-2 July-Dec 2009
26. Students H.S. Textbook of Physiology Homeopathic Students 1st. Ed. 2004, Jain publishers Pvt. Ltd.



- ۷۷- کتاب المنصوری: ص ۳۱۲
- ۷۸- کتاب الکلیات: ص ۳۹۴
- ۷۹- کتاب الحاوی، ج ۱۵، ص ۱۷
- ۸۰- کتاب الکلیات: ص ۳۹۹
- ۸۱- ایضاً: ص ۳۹۵
- ۸۲- ایضاً: ص ۳۹۶
- ۸۳- ایضاً: ص ۴۰۶
- ۸۴- ایضاً: ص ۳۹۹
- ۸۵- ایضاً: ص ۳۹۸
- ۸۶- معالجات بقراطیہ ج ۲، ص ۱۵۳-۱۵۴
- ۸۷- ایضاً: ص ۱۵۹-۱۶۰
- ۸۸- ایضاً: ص ۲۶۲
- ۸۹- ایضاً: ص ۲۶۹
- ۹۰- شرح الاسباب والعلامات: ج ۲، ص ۶۷۸
- ۹۱- ایضاً: ص ۶۸۵
- ۹۲- معالجات بقراطیہ: ج ۲، ص ۱۶۱-۱۶۳
- ۹۳- ایضاً: ص ۱۲۱
- ۹۴- ایضاً: ص ۲۲۲-۲۲۳
- ۹۵- ایضاً: ص ۳۷۱-۳۷۳
- ۹۶- ایضاً: ص ۳۷۴

مصادر و مراجع

- ۱- بغدادی، ابن ہبل: کتاب المختارات فی الطب [اردو ترجمہ]، حصہ اول، باراول، ۲۰۰۵ء، سی سی آر یو ایم، نئی دہلی
- ۲- بغدادی، ابن ہبل: کتاب المختارات فی الطب [اردو ترجمہ]، حصہ سوم، ۲۰۰۲ء، سی سی آر یو ایم، نئی دہلی
- ۳- جرجانی، سید اسماعیل/حکیم ہادی حسین خاں، ذخیرہ خوارزم شاہی [اردو ترجمہ]، جلد اول، اعجاز پبلشنگ ہاؤس، نئی دہلی
- ۴- خان، حکیم محمد اعظم/صدیقی، حکیم محمد: الاکسیر [جلد اول]، اردو ترجمہ، طبی کمیٹی، راولپنڈی
- ۵- خان، حکیم محمد اعظم/صدیقی، حکیم محمد: الاکسیر [جلد دوم]، اردو ترجمہ، طبی کمیٹی، راولپنڈی
- ۶- رشد، ابن: کتاب الکلیات [اردو ترجمہ]، بار دوم، ۱۹۸۷ء، سی سی آر یو ایم، نئی دہلی
- ۷- رازی، ابوبکر محمد بن زکریا: کتاب المنصوری [اردو ترجمہ]، باراول، ۱۹۹۱ء، سی سی آر یو ایم، نئی دہلی
- ۸- رازی، زکریا: الحاوی فی الطب [اردو ترجمہ]، چھٹا حصہ، ۱۹۹۹ء، سی سی آر یو ایم، نئی دہلی

اشاریہ سہ ماہی 'جہان طب' نئی دہلی

[اپریل ۲۰۰۹ء — جون ۲۰۱۰ء]

ترتیب: حکیم وسیم احمد اعظمی ☆

سہ ماہی جرنل 'جہان طب' نئی دہلی کا اجراء جون ۱۹۹۹ء میں عمل میں آیا تھا۔ یونانی طب کا یہ جرنل، وزارت صحت و خاندانی بہبود، حکومت ہند، نئی دہلی کے محکمہ آیور ویدیا، یوگا و نیچر و پیٹھی، یونانی، سدھا و ہومیوپیتھی [آیوش-AYUSH] کے خود مختار ادارے سنٹرل کونسل فار ریسرچ ان یونانی میڈیسن [CCRUM]، نئی دہلی سے پابندی وقت کے ساتھ شائع ہو رہا ہے۔ ہندوستان کا یہ واحد طبی جرنل ہے، جس کو حکومت ہند کی سرپرستی حاصل ہے۔ گزشتہ بارہ سالوں میں عام شماروں کے علاوہ اس کی متعدد خصوصی اشاعتیں بھی عمل میں آئی ہیں۔ ان میں ابن سینا نمبر، تکمیل الطب کالج نمبر، رازی نمبر، حکیم عبدالحمید نمبر، حکیم افتخار الحق تکمیلی نمبر، سلور جوبلی نمبر، یونانی میڈیکل کالج الہ آباد نمبر، غذا نمبر اور زچہ بچہ صحیحی نگہداشت نمبر شامل ہیں۔ اس طبی جرنل کے عام شماروں اور خصوصی اشاعتوں نے طبی حلقوں سے زبردست خراج تحسین حاصل کیا ہے۔ یہاں اس کے اپریل ۲۰۰۹ء — جون ۲۰۱۰ء کے اداروں کی مرکزی فکر اور اس میں شامل مقالات اور عام دلچسپی کے مضامین کا ایک اشاریہ پیش کیا جا رہا ہے۔ [وا ۱]

۱- ادارے:

غیر مالک میں سنٹرل کونسل فار ریسرچ ان یونانی میڈیسن، نئی دہلی کی تحقیقی سرگرمیوں، اس ادارہ کے دانشوروں کا بیرون مدیر اعلیٰ جلد: ۱۰، شمارہ: ۴، اپریل — جون ۲۰۰۹ء، ص ۶-۵ ہند، ایران، کویت، سعودی عربیہ، ملیشیا، کوریا، چین، فرانس اور جرمنی میں تحقیقی مقالات پیش کرنا۔ مسی پی یونیورسٹی [یو ایس اے] میں ہندو امریکہ مرکز برائے تحقیق ہندوستانی طریقہ ہائے علاج انڈو یونائیٹڈ سنٹر فار ریسرچ ان انڈین سسٹمز آف میڈیسن [CRISM] کا ۶ اپریل ۲۰۰۹ء میں افتتاح۔ حکومت وقت کی سرپرستی اور طبی اداروں کی مثبت کارکردگی کے باعث ہندوستان میں تعلیم و تحقیق بھی نئی کامیابیوں کا تذکرہ۔ مخطوطات کی ترتیب و تدوین اور نایاب و کمیاب کتابوں کی باز اشاعت، مخطوطات کی فہرست سازی، مخطوطہ شناسی اور اس کی تدوین و اشاعت کے پروگرام سے متعلق ایک رہنما کمیٹی کی تشکیل۔ ہندوستان میں معاصر نظامہائے علاج کے حاملین سے رابطہ رکھنا۔ ان کی معالجہ تہ تحقیقی کوششوں اور نتائج کی معلومات حاصل کرنا اور طب یونانی کی معلومات ان طریقہ ہائے علاج کے معالجین اور دانشوروں تک پہنچانا۔ کونسل آف سائنٹیفک اینڈ انڈسٹریل ریسرچ [CSIR]، انڈین کونسل آف میڈیکل ریسرچ [ICMR]، مفتاحی یادداشتوں MOU مذکرہ۔ سنٹرل کونسل فار ریسرچ ان یونانی میڈیسن اور جامعہ ہمدرد، نئی دہلی کے درمیان MOU پر دستخط۔ مسی پی یونیورسٹی [یو ایس اے] میں قائم ہونے والے سنٹر فار ریسرچ ان انڈین سسٹمز آف میڈیسن میں یونانی طب کے تحقیقی کاموں میں ترقی کی صورت پیدا کرنا۔ کونسل کی جانب سے طب یونانی کی قدیم اور نادر کتابوں اور مخطوطات

کی ترتیب و تدوین و ترجمہ تذکرہ۔ معالجاتی تحقیقی میں ماہر اطباء کے مطب سے اشتراک عمل اور اس سلسلے میں ضروری ڈاٹا تیار کرنا۔ ٹی کے ڈی ایل اسکیم کے تحت قدیم طبی کتابوں کی اساس پر مرکب نسخہ جات کے سائنٹیفک ڈاٹا کی ترتیب و تیاری کا تذکرہ۔

سہ ماہی جہان طب، نئی دہلی کی مجلس مشاورت اور مجلس ادارت کی مینٹنگ، اس کی رفتار ترقی کا جائزہ اور آئندہ کے لیے لائحہ عمل مرتب کرنا۔ جہان طب کو تحقیقی جرنل کے طور پر باقی رکھنے اور عام دلچسپی کے طبی مضامین کے لیے ایک پاپولر طبی رسالہ کے اجراء کی تجویز۔

غیر منقسم ہندوستان میں اردو میں شائع ہونے والے طبی رسائل و جرائد کا اجمالی جائزہ، تقسیم ہند کے بعد اردو زبان کے چلن میں نسبتاً کمی آنا اور اس کے عوامل کی نشاندہی، طبی صحافت کا تذکرہ، سنٹرل کونسل فار ریسرچ ان یونانی میڈیسن، نئی دہلی کی طرف سے جون۔ اگست ۱۹۹۹ء میں سہ ماہی 'جہان طب' کا اجراء، اس کی عام اشاعتوں اور خصوصی شماروں پر اجمالی نظر اور مستقبل کے امکانات کا جائزہ

زچہ بچہ صحتی نگہداشت پر عالمی صحت تنظیم کی ترجیحات کا تذکرہ، وضع حمل کے دوران زچہ و بچہ کی موت واقع ہونے کے اسباب کا جائزہ۔ ماحول کی صحت 'آب و ہوا کے پاک صاف ہونے کا تذکرہ۔

۲- شخصیات:

حکیم محمد شریف خاں: احوال و آثار
جلد: ۱۱ شماره: ۲ اکتوبر- دسمبر ۲۰۰۹ء، ص ۱۱-۱۵
حکیم محمد ایوب خاں
جلد: ۱۱ شماره: ۳ جنوری- مارچ ۲۰۱۰ء، ص ۳۱-۳۲
حکیم برالکوس کی تاریخی حقیقت: ایک تحقیقی مطالعہ
جلد: ۱۱ شماره: ۱ جولائی- ستمبر ۲۰۰۹ء، ص ۲۵-۲۹
احمد، حکیم غفران احمد، حکیم غلام الدین صوفی

۳- مبادیات طب:

براز کا نظری معائنہ
جلد: ۱۱ شماره: ۱ جولائی- ستمبر ۲۰۰۹ء، ص ۷-۱۱
حکیم سید مودود اشرف، حکیم عتیق احمد
جلد: ۱۱ شماره: ۱ جولائی- ستمبر ۲۰۰۹ء، ص ۲۵-۲۹
حکیم سعید اللہ قاسمی
جلد: ۱۱ شماره: ۳ جنوری- مارچ ۲۰۱۰ء، ص ۵۵-۵۹
مراج انسانی کی عصری توجیہ
جلد: ۱۱ شماره: ۱ جولائی- ستمبر ۲۰۰۹ء، ص ۶۲-۶۰
الوان بول کے سلسلہ میں اسحاق بن سلیمان اسرائیلی کے نظریات: کتاب البول کے حوالہ سے ایک مطالعہ
جلد: ۱۱ شماره: ۳ جنوری- مارچ ۲۰۱۰ء، ص ۶۲-۶۰
حکیم بلال احمد، حکیم محمد خالد صدیقی، حکیم محبوب السلام
جلد: ۱۱ شماره: ۴ اپریل - جون ۲۰۱۰ء [زچہ بچہ صحتی نگہداشت نمبر]، ص ۱۱۳-۱۱۵
حکیم فاروق احمد ڈار، حکیم اقتدار الحسن زیدی، حکیم عبید اللہ قاسمی
جلد: ۱۱ شماره: ۳ جنوری- مارچ ۲۰۱۰ء، ص ۶۲-۶۰
حکیم بلال احمد، حکیم محمد خالد صدیقی، حکیم محبوب السلام
جلد: ۱۱ شماره: ۴ اپریل - جون ۲۰۱۰ء [زچہ بچہ صحتی نگہداشت نمبر]، ص ۱۱۶-۱۲۲
حکیم حفظ الکبیر
جلد: ۱۱ شماره: ۴ اپریل - جون ۲۰۱۰ء [زچہ بچہ صحتی نگہداشت نمبر]، ص ۱۱۶-۱۲۲
حکیم لطف علی خاں، حکیم فخر عالم، حکیم محمد خالد صدیقی
جلد: ۱۱ شماره: ۴ اپریل - جون ۲۰۱۰ء [زچہ بچہ صحتی نگہداشت نمبر]، ص ۱۱۶-۱۲۲

۴- طب نبوی/حفظان صحت:

جلد: ۱۰ شماره: ۴ اپریل - جون ۲۰۰۹ء، ص ۸-۷	حکیم محمد فضیل، طبیہ شگفتہ پروین	حفظان صحت: اسلامی تعلیمات کی روشنی میں
جلد: ۱۱ شماره: ۱ جولائی - ستمبر ۲۰۰۹ء، ص ۲۴-۲۰	حکیم محبوب السلام، حکیم محمد خالد صدیقی، حکیم بلال احمد، حکیم لطافت علی خاں	تحفظ امراض کا طبی تصور - ایک مطالعہ
جلد: ۱۱ شماره: ۱ جولائی - ستمبر ۲۰۰۹ء، ص ۴۱-۳۸	حکیم محمد فضیل، حکیم صداقت اللہ صادق، طبیہ شگفتہ پروین	نظریہ صحت و مرض، اسباب سے ضروریہ کی روشنی میں
جلد: ۱۱ شماره: ۲ اکتوبر - دسمبر ۲۰۰۹ء، ص ۴۷-۴۱	حکیم نعمان انور، حکیم محمد فضیل	زینت و آرائش: طب یونانی کے تناظر میں
جلد: ۱۱ شماره: ۳ جنوری - مارچ ۲۰۱۰ء، ص ۴۱-۳۵	حکیم محمد فضیل، طبیہ سعیدہ نکبت، حکیم محمد اکرم	امراض متعدیہ و بائیہ اور تحفظی اقدامات: ایک تحقیقی جائزہ
جلد: ۱۱ شماره: ۴ اپریل - جون ۲۰۱۰ء [زچہ بچہ صحتی نگہداشت نمبر]، ص ۱۸-۱۶	حکیم خالد محمود صدیقی، حکیم امان اللہ، طبیہ شگفتہ پروین، حکیم محمد خالد صدیقی	دیہی اور قبائلی علاقوں میں مادر و اطفال کی روایتی نگہداشت
جلد: ۱۱ شماره: ۴ اپریل - جون ۲۰۱۰ء [زچہ بچہ صحتی نگہداشت نمبر]، ص ۴۹-۳۹	طبیہ سعیدہ نکبت، حکیم محمد فضیل، طبیہ عطیہ انجم	حاملہ اور زچہ کی نگہداشت - طب یونانی کے حوالہ سے
جلد: ۱۱ شماره: ۴ اپریل - جون ۲۰۱۰ء [زچہ بچہ صحتی نگہداشت نمبر]، ص ۹۹-۹۰	طبیہ صبوحی مصطفیٰ، حکیم محمد خالد صدیقی، طبیہ قمر اختر کاظمی	ماں، بچہ اور صحت
جلد: ۱۱ شماره: ۴ اپریل - جون ۲۰۱۰ء [زچہ بچہ صحتی نگہداشت نمبر]، ص ۱۱۲-۱۰۷	طبیہ حمیرا بانو، حکیم مسرور علی قریشی، طبیہ نجمہ ارشد	زچہ بچہ کی صحتی تدابیر اور طب یونانی

۵- تغذیہ/علاج بالغذا:

جلد: ۱۱ شماره: ۴ اپریل - جون ۲۰۱۰ء [زچہ بچہ صحتی نگہداشت نمبر]، ص ۳۸-۳۳	حکیم محمد محسن، حکیم محمد یونس صدیقی، حکیم بدر الدینی خاں، حکیم فیضان الہی	مواعظ رضاعت: اسباب اور وجوہ
جلد: ۱۱ شماره: ۴ اپریل - جون ۲۰۱۰ء [زچہ بچہ صحتی نگہداشت نمبر]، ص ۵۴-۵۰	طبیہ یاسمین فاطمہ، طبیہ عارفہ خاتون، حکیم نسیم احمد، حکیم فیضان الہی، حکیم ملک محمد واثق امین، حکیم خالد زماں خاں	تغذیہ اور صحت: دوران حمل و رضاعت
جلد: ۱۱ شماره: ۴ اپریل - جون ۲۰۱۰ء [زچہ بچہ صحتی نگہداشت نمبر]، ص ۵۹-۵۵	حکیم اشہر قدیر، حکیم محمد معاذ	حاملہ اور مرضعہ کی غذائی تدابیر
جلد: ۱۱ شماره: ۴ اپریل - جون ۲۰۱۰ء [زچہ بچہ صحتی نگہداشت نمبر]، ص ۶۷-۶۰	حکیم احسان رؤف، طبیہ ربوبی انجم، حکیم محمد فضیل، حکیم انیس احمد، حکیم مشکور احمد	رضاعت: قدیم و جدید پس منظر میں
جلد: ۱۱ شماره: ۴ اپریل - جون ۲۰۱۰ء [زچہ بچہ صحتی نگہداشت نمبر]، ص ۸۰-۷۶	حکیم احسان رؤف، طبیہ ربوبی انجم، حکیم محمد فضیل، حکیم انیس احمد، حکیم مشکور احمد	شیر مادر: طب قدیم و جدید کی روشنی میں
جلد: ۱۱ شماره: ۴ اپریل - جون ۲۰۱۰ء [زچہ بچہ صحتی نگہداشت نمبر]، ص ۹۴-۸۸	حکیم احسان رؤف، طبیہ ربوبی انجم، حکیم محمد فضیل، حکیم انیس احمد، حکیم مشکور احمد	تغذیہ اور صحت اطفال: طب قدیم و جدید کی روشنی میں
جلد: ۱۱ شماره: ۴ اپریل - جون ۲۰۱۰ء [زچہ بچہ صحتی نگہداشت نمبر]، ص ۱۰۶-۱۰۳	طبیہ عارفہ خاتون، حکیم حفظ الرحمن، طبیہ یاسمین فاطمہ	ماں کے دودھ کی اہمیت و افادیت
جلد: ۱۰ شماره: ۴ اپریل - جون ۲۰۰۹ء، ص ۶۰-۵۷	حکیم وحید الزماں، حکیم وسیم احمد اعظمی، طبیہ رفعت محمودہ	۶- علاج بالتدبیر

جلد: ۱۱	شمارہ: ۱	جولائی - ستمبر ۲۰۰۹ء، ص ۶-۲۲	طیبہ عرشی ریاض، طیبہ زرنگار	استفراغ بذریعہ اسپہال: ایک مطالعہ
جلد: ۱۱	شمارہ: ۲	اکتوبر - دسمبر ۲۰۰۹ء، ص ۳۸-۳۰	طیبہ سعدیہ نکبت، حکیم محمد فضیل، حکیم مشکور احمد	امراض صفراویہ میں علاج بالتدبیر: ایک تحقیقی جائزہ
جلد: ۱۱	شمارہ: ۳	جنوری - مارچ ۲۰۱۰ء، ص ۷۵-۶۵	طیبہ سعدیہ نکتہ، حکیم فضیل	تدابیر مسافر
جلد: ۱۱	شمارہ: ۳	جنوری - مارچ ۲۰۱۰ء، ص ۷۵-۷۳	حکیم نسیم احمد، حکیم ملک محمد و امق امین	مشائخ کی غذائی تدابیر
جلد: ۱۱	شمارہ: ۴	اپریل - جون ۲۰۱۰ء [زچہ: صحیح نگہداشت نمبر]، ص ۱۵-۹	حکیم خورشید احمد شفقت اعظمی	تدابیر حوامل
جلد: ۱۱	شمارہ: ۴	اپریل - جون ۲۰۱۰ء [زچہ: صحیح نگہداشت نمبر]، ص ۷۸-۷۱	ڈاکٹر عبدالناصر کعدان / حکیم محمد رضی الاسلام ندوی	ابن سینا اور پرورش اطفال
جلد: ۱۱	شمارہ: ۴	اپریل - جون ۲۰۱۰ء [زچہ: صحیح نگہداشت نمبر]، ص ۸۱-۷۸	حکیم بلال احمد، حکیم محمد خالد صدیقی، حکیم محبوب السلام	تدابیر اطفال اور ابن سینا: الارجوزة السینائیة کے حوالہ سے
جلد: ۱۱	شمارہ: ۴	اپریل - جون ۲۰۱۰ء [زچہ: صحیح نگہداشت نمبر]، ص ۱۰۰-۱۰۲	طیبہ نگہت انجم، حکیم محمد فضیل، طیبہ نیلم قدوسی	تدابیر نومولود اور طب یونانی
شمارہ: ۴		اپریل - جون ۲۰۱۰ء [زچہ: صحیح نگہداشت نمبر]، ص ۱۲۳-۱۲۹	جلد: ۱۱	داؤد انطاکی اور تدابیر حوامل وصیبان: النزهة للمہجہ کی روشنی میں
جلد: ۱۱	شمارہ: ۴	اپریل - جون ۲۰۱۰ء [زچہ: صحیح نگہداشت نمبر]، ص ۱۵۹-۱۶۷	حکیم محمد فضیل، طیبہ سعدیہ نکبت، طیبہ عطیہ انجم	تدابیر اطفال
جلد: ۱۱	شمارہ: ۴	اپریل - جون ۲۰۱۰ء [زچہ: صحیح نگہداشت نمبر]، ص ۱۹۲-۱۹۵	حکیم مسرور علی قریشی، طیبہ حمیرا بانو	مادر و اطفال کی صحت عام: ایک مطالعہ
جلد: ۱۱	شمارہ: ۴	اپریل - جون ۲۰۱۰ء [زچہ: صحیح نگہداشت نمبر]، ص ۱۹۶-۲۰۲	طیبہ عائشہ اعجاز، حکیم ملک محمد و امق امین، حکیم انیس احمد انصاری	عمر کے مختلف درجات میں مخصوص موانعات حمل کا انتخاب

۷- ادویہ:

جلد: ۱۰	شمارہ: ۴	اپریل - جون ۲۰۰۹ء، ص ۲۰-۱۷	حکیم محمد عطاء اللہ شریف	طب یونانی میں افیون کی اہمیت و افادیت
جلد: ۱۱	شمارہ: ۱	جولائی - ستمبر ۲۰۰۹ء، ص ۳۳-۳۰	حکیم شمیم ارشاد اعظمی، حکیم غفران احمد، حکیم عبدالودود	اجزاء لونبیہ کی غذائی اور دوائی اہمیت
جلد: ۱۱	شمارہ: ۲	اکتوبر - دسمبر ۲۰۰۹ء، ص ۱۰-۷	حکیم سید محمد احسان نگرانی، حکیم احسان رؤف	سرکہ کی طبی افادیت: احادیث نبوی اور طب قدیم و جدید کی روشنی میں
جلد: ۱۱	شمارہ: ۲	اکتوبر - دسمبر ۲۰۰۹ء، ص ۳۹-۳۰	حکیم محمد خلیل	نیم کی ادویاتی اہمیت
جلد: ۱۱	شمارہ: ۳	جنوری - مارچ ۲۰۱۰ء، ص ۱۳-۷	حکیم سید محمد احسان نگرانی، حکیم احسان رؤف	انار کی غذائی اور طبی افادیت: قرآن و حدیث اور طب قدیم و جدید کی روشنی میں

زچہ بچے کے لیے مفید دوائیں	حکیم محمد تاج الدین، حکیم وسیم احمد، حکیم انتظار جلد: ۱۱ شماره: ۴	اپریل-جون ۲۰۱۰ء [زچہ بچے صحیحی نگہداشت نمبر]، ص ۲۵۲-۲۳۷
عصری یونانی مرکبات کا تنقیدی مطالعہ: امراض اطفال کے	حکیم فخر عالم، حکیم لطافت علی خاں	اپریل-جون ۲۰۱۰ء [زچہ بچے صحیحی نگہداشت نمبر]، ص ۲۶۴-۲۶۰
الجامع ابن بیطار میں امراض نسوان کے حوالے	حکیم فخر عالم، حکیم محمد خالد صدیقی، حکیم لطافت علی خاں	اپریل-جون ۲۰۱۰ء [زچہ بچے صحیحی نگہداشت نمبر]، ص ۲۶۰-۲۹۲

۸- امراض و علاج:

تعمیمی و تخریزی تدابیر و معالجہ: طب یونانی کے دامن میں	حکیم خورشید احمد شفقت اعظمی	اپریل-جون ۲۰۰۹ء، ص ۱۶-۹
سرطان رحم کا یونانی علاج	حکیم سید محمد حسان نگر امی، حکیم احسان رؤف، حکیم محمد خالد صدیقی	اپریل-جون ۲۰۰۹ء، ص ۲۷-۱۷
طب یونانی میں اسباب مرض کا تصور	طیبہ سعدیہ کہت، حکیم محمد فضیل	اپریل-جون ۲۰۰۹ء، ص ۶۳-۶۱
سیلان الرحم [عدم مرض] میں سفوف سیلان کی افادیت: ایک تحقیقی مطالعہ	حکیم مسرور علی قریشی، طیبہ جمیر ابانو، حکیم عبدالستار	جولائی-ستمبر ۲۰۰۹ء، ص ۳۷-۳۴
دق: غذائی احکامات اور تدابیر	حکیم محمد راشد جمال، حکیم شمیم ارشاد اعظمی، حکیم علیم الدین قمری	جولائی-ستمبر ۲۰۰۹ء، ص ۵۰-۴۷
سرسام: معالجاتی امکانات کا جائزہ	طیبہ عزمہ، حکیم وسیم احمد، حکیم محمد فضیل، طیبہ شگفتہ پروین	جولائی-ستمبر ۲۰۰۹ء، ص ۵۳-۵۱
طبعی اختلالات میں طب یونانی کا کردار	حکیم صداقت اللہ صادق، حکیم محمد فضیل، حکیم وسیم احمد	جولائی-ستمبر ۲۰۰۹ء، ص ۵۵-۵۴
فرہی	حکیم امان اللہ، حکیم خالد محمود صدیقی، حکیم محمد خالد صدیقی	اکتوبر-دسمبر ۲۰۰۹ء، ص ۲۹-۲۲
سوائن فلوار اور طب یونانی	حکیم محمد فضیل، طیبہ سعدیہ کہت، حکیم وسیم احمد، حکیم محمد اکرم	اکتوبر-دسمبر ۲۰۰۹ء، ص ۵۶-۴۸
سوائن فلوار اور یونانی طریقہ علاج	حکیم فخر عالم، حکیم احمد سعید	اکتوبر-دسمبر ۲۰۰۹ء، ص ۵۹-۵۵
خنزیری نزلہ و ہائی	حکیم معراج الحق، حکیم نازش احتشام اعظمی	اکتوبر-دسمبر ۲۰۰۹ء، ص ۶۴-۶۰
عدلت قلت مناعت مسوبہ	حکیم مصباح الدین اظہر، طیبہ نیلم قدوسی، حکیم وسیم احمد اعظمی	جنوری-مارچ ۲۰۱۰ء، ص ۵۳-۴۹
مرضعہ میں دودھ کی کمی: ایک کثیرالوقوع عارضہ	حکیم محمد فضیل، طیبہ سعدیہ کہت، طیبہ عطیہ انجم، حکیم محمد اکرم	اپریل-جون ۲۰۱۰ء [زچہ بچے صحیحی نگہداشت نمبر]، ص ۲۰-۱۹
عمل جراحی اور امراض نسوان و قبالت: ایک تحقیقی جائزہ	حکیم فارق احمد ڈار، حکیم فخر عالم، حکیم عبید اللہ قاسمی، حکیم افتخار الحسن زیدی	اپریل-جون ۲۰۱۰ء [زچہ بچے صحیحی نگہداشت نمبر]، ص ۱۸-۱۳۲

دوران حمل ذیابیطس شکری	طیبہ عارفہ خاتون، حکیم حفظ الرحمن، طیبہ یاسمین فاطمہ	جلد: ۱۱ شماره: ۴ اپریل-جون ۲۰۱۰ء [زچہ: صحیحی نگہداشت نمبر]، ص ۱۵۱-۱۴۹
موسمی تغیرات اور اطفال	حکیم وسیم احمد، حکیم سعود الظفر، حکیم یوسف جمال، حکیم احمد البین	جلد: ۱۱ شماره: ۴ اپریل-جون ۲۰۱۰ء [زچہ: صحیحی نگہداشت نمبر]، ص ۱۵۸-۱۵۲
عسر ولادت: اسباب اور تدارک	حکیم نعمان انور، حکیم محمد فضیل، حکیم محمد آفتاب احمد، طیبہ قدسیہ نظامی	جلد: ۱۱ شماره: ۴ اپریل-جون ۲۰۱۰ء [زچہ: صحیحی نگہداشت نمبر]، ص ۱۶۸-۱۷۳
زمانہ نفاس میں ہونے والے امراض اور ان کا تدارک	طیبہ عطیہ انجم، حکیم محمد فضیل، طیبہ سعدیہ نکہت، حکیم مشکور احمد	جلد: ۱۱ شماره: ۴ اپریل-جون ۲۰۱۰ء [زچہ: صحیحی نگہداشت نمبر]، ص ۱۷۸-۱۷۴
دوران حمل تشریحی و منافع الاعضائی تبدیلیاں: عوارض اور تدارک	طیبہ عطیہ انجم، حکیم محمد فضیل، طیبہ سعدیہ نکہت، حکیم جنید احمد صدیقی	جلد: ۱۱ شماره: ۴ اپریل-جون ۲۰۱۰ء [زچہ: صحیحی نگہداشت نمبر]، ص ۱۸۲-۱۷۹
طمث اور حمل پر جمی مزمنہ کے اثرات کا تحقیقی مطالعہ	طیبہ حمیرا بانو، حکیم مسرور علی قریشی	جلد: ۱۱ شماره: ۴ اپریل-جون ۲۰۱۰ء [زچہ: صحیحی نگہداشت نمبر]، ص ۱۸۸-۱۸۵
امراض نسواں اور علم القابلہ میں رازی کے تجربات و اضافات: الحاوی فی الطب کے حوالہ سے	حکیم نازش احتشام اعظمی	جلد: ۱۱ شماره: ۴ اپریل-جون ۲۰۱۰ء [زچہ: صحیحی نگہداشت نمبر]، ص ۱۹۱-۱۸۹
سرطان ثدوی اور اس کا یونانی علاج	حکیم سید محمد حسان نگرامی	جلد: ۱۱ شماره: ۴ اپریل-جون ۲۰۱۰ء [زچہ: صحیحی نگہداشت نمبر]، ص ۲۰۶-۲۰۳
یرقان طفلی: طب یونانی میں اس کا علاج	حکیم مقبول احمد خاں ندوی، حکیم محمد نفیس خاں	جلد: ۱۱ شماره: ۴ اپریل-جون ۲۰۱۰ء [زچہ: صحیحی نگہداشت نمبر]، ص ۲۰۹-۲۰۷
اسہال اطفال	حکیم سید محمد قاسم، حکیم محمد راشد قدوائی	جلد: ۱۱ شماره: ۴ اپریل-جون ۲۰۱۰ء [زچہ: صحیحی نگہداشت نمبر]، ص ۲۱۲-۲۱۳
سیلان الرحم: ایک مخصوص عارضہ	طیبہ عزمہ، حکیم محمد فضیل، حکیم وسیم احمد	جلد: ۱۱ شماره: ۴ اپریل-جون ۲۰۱۰ء [زچہ: صحیحی نگہداشت نمبر]، ص ۲۱۹-۲۱۳
خناق کا طبی علاج	حکیم محمد راشد، حکیم مقبول احمد خاں، حکیم ضیاء الحق صدیقی	جلد: ۱۱ شماره: ۴ اپریل-جون ۲۰۱۰ء [زچہ: صحیحی نگہداشت نمبر]، ص ۲۲۲-۲۲۰
صرع: بچوں کا ایک تشنجی عارضہ	طیبہ سعدیہ نکہت، حکیم محمد فضیل، طیبہ عطیہ انجم، حکیم مشکور احمد	جلد: ۱۱ شماره: ۴ اپریل-جون ۲۰۱۰ء [زچہ: صحیحی نگہداشت نمبر]، ص ۲۳۰-۲۲۲
سرطان ثدوی اور طب یونانی	حکیم ضیاء الحق صدیقی، حکیم مقبول احمد خاں، حکیم محمد نفیس خاں	جلد: ۱۱ شماره: ۴ اپریل-جون ۲۰۱۰ء [زچہ: صحیحی نگہداشت نمبر]، ص ۲۳۲-۲۳۱
ورم لوزتین	حکیم شمش العارفین، حکیم وسیم احمد اعظمی	جلد: ۱۱ شماره: ۴ اپریل-جون ۲۰۱۰ء [زچہ: صحیحی نگہداشت نمبر]، ص ۲۳۶-۲۳۵
فساد لبن	حکیم سید احمد خاں، حکیم وسیم احمد اعظمی	جلد: ۱۱ شماره: ۴ اپریل-جون ۲۰۱۰ء [زچہ: صحیحی نگہداشت نمبر]، ص ۲۳۶-۲۳۵

۹- عصری حسیّت:

ابن سینا اور طرز تحقیق: القانون فی الطب کی روشنی میں	حکیم معراج الحق، حکیم نازش احتشام اعظمی	جلد: ۱۰ شماره: ۴ اپریل-جون ۲۰۰۹ء، ص ۵۶-۲۸
طب یونانی اور علاج بالمس: جامع ابن بیطار کے خصوصی حوالے سے	حکیم وسیم احمد اعظمی، حکیم شمش العارفین، حکیم احمد بشیر علوی	جلد: ۱۱ شماره: ۳ جنوری-مارچ ۲۰۱۰ء، ص ۲۴-۱۸

- مطالعہ جنبیات کے تاریخی مراحل: طب یونانی کے خصوصی حکیم وسیم احمد، حکیم یوسف جمال، حکیم احمد یاسین، حکیم سعود الظفر حوالہ سے
- ابدال ادویہ: ایک تنقیدی جائزہ
- پولیوتک: گمان و حقائق کے تناظر میں
- جلد: ۱۱: شمارہ: ۳: جنوری- مارچ ۲۰۱۰ء، ص ۲۸-۴۲
- جلد: ۱۱: شمارہ: ۳: جنوری- مارچ ۲۰۱۰ء، ص ۸۰-۷۶
- جلد: ۱۱: شمارہ: ۴: اپریل- جون ۲۰۱۰ء [زچہ پچھتی نگہداشت نمبر]، ص ۳۲-۲۸
- جلد: ۱۱: شمارہ: ۲: اکتوبر- دسمبر ۲۰۰۹ء، ص ۲۱-۱۶

۱۰- تاریخ طب:

برہان پورکا طبی حمام

حکیم شارق علی خاں، طبیہ شگفتہ رحمن، حکیم خالد محمود صدیقی، حکیم محمد خالد صدیقی

۱۱- کتاب شناسی

- کتب خانہ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے فارسی طبی مخطوطات کا جائزہ
- فارسی زبان سے طب یونانی کا لسانی رشتہ: علم الادویہ کے حوالہ سے ایک مطالعہ
- ادویہ مفردہ کے چند تحقیقی شاہکار
- نورالعیون: امراض چشم سے متعلق فارسی کی سب سے قدیم تالیف
- اشاریہ سدماہی جہان طب، نئی دہلی [جولائی ۲۰۰۷ء- مارچ ۲۰۰۹ء]
- قربادین صالحی: ایک مطالعہ
- یونانی اور عربی عہد میں نسائیات کا مطالعہ
- جلد: ۱۰: شمارہ: ۴: اپریل- جون ۲۰۰۹ء، ص ۳۲-۲۸
- جلد: ۱۰: شمارہ: ۴: اپریل- جون ۲۰۰۹ء، ص ۳۲-۲۸
- جلد: ۱۰: شمارہ: ۴: اپریل- جون ۲۰۰۹ء، ص ۳۳-۲۷
- جلد: ۱۱: شمارہ: ۱: جولائی- ستمبر ۲۰۰۹ء، ص ۱۹-۱۲
- جلد: ۱۱: شمارہ: ۱: جولائی- ستمبر ۲۰۰۹ء، ص ۶۲-۵۶
- جلد: ۱۱: شمارہ: ۳: جنوری- مارچ ۲۰۱۰ء، ص ۳۰-۲۵
- جلد: ۱۱: شمارہ: ۴: اپریل- جون ۲۰۱۰ء [زچہ پچھتی نگہداشت نمبر]، ص ۲۷-۲۱
- جلد: ۱۰: شمارہ: ۴: اپریل- جون ۲۰۰۹ء، ص ۶۴
- جلد: ۱۱: شمارہ: ۱: جولائی- ستمبر ۲۰۰۹ء، ص ۶۳-۶۲
- کتب مال الفارق اول الفروق اول کلام فی الفروق بین الامراض مبصر: حکیم وسیم احمد اعظمی [عربی] مولف: ابو بکر محمد بن زکریا رازی
- کتب الاغذیہ [اردو ترجمہ]، مولفہ عبد الملک بن زہر مبصر: حکیم وسیم احمد اعظمی

۱۲- تبصرے:

- تربیت اطفال کے طبی و اخلاقی اصول: ابن سینا کے حوالہ سے
- ملازمت پیشہ ماں: مسائل اور ان کا حل
- حمل: ایک جائزہ [کتاب الحاوی للکبیر فی الطب کے خصوصی حوالہ سے]
- جلد: ۱۱: شمارہ: ۴: اپریل- جون ۲۰۱۰ء [زچہ پچھتی نگہداشت نمبر]، ص ۷۵-۷۲
- جلد: ۱۱: شمارہ: ۴: اپریل- جون ۲۰۱۰ء [زچہ پچھتی نگہداشت نمبر]، ص ۲۵۵-۲۵۳
- جلد: ۱۱: شمارہ: ۴: اپریل- جون ۲۰۱۰ء [زچہ پچھتی نگہداشت نمبر]، ص ۳۳۷-۳۳۵

۱۳- متفرقات:

- حکیم امان اللہ، حکیم خالد محمود صدیقی، حکیم محمد خالد صدیقی
- طبیہ رفعت خانم، حکیم وسیم احمد اعظمی
- حکیم معراج الحق، حکیم نازش احتشام اعظمی
- جلد: ۱۱: شمارہ: ۴: اپریل- جون ۲۰۱۰ء [زچہ پچھتی نگہداشت نمبر]، ص ۷۵-۷۲
- جلد: ۱۱: شمارہ: ۴: اپریل- جون ۲۰۱۰ء [زچہ پچھتی نگہداشت نمبر]، ص ۲۵۵-۲۵۳
- جلد: ۱۱: شمارہ: ۴: اپریل- جون ۲۰۱۰ء [زچہ پچھتی نگہداشت نمبر]، ص ۳۳۷-۳۳۵

